امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

# ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی


اس شمارہ میں


- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- پروفیسر سید ضیاء الحسن......
- تذکرہ مولانا غلام نبی کشمیری......
- سیاہ فام امریکی کی موت......
- چین اور ہندوستان کے درمیان......
- ہتھنی کی موت پر مگر مچھ کے آنسو
- مودی حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی
- مابعد کورونا......
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ



جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۹ر شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ر جون ۲۰۲۰ء روز سوموار


بین السطور

## ہم مزاج حکمراں

**مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی**

اس وقت دنیا کے دو اہم ملک امریکہ اور ہندوستان میں جو حکمراں ہیں، ان کے مزاج میں انتہائی ہم آہنگی ہے، وہ ایک دوسرے کے قریبی دوست سمجھے جاتے ہیں، اور ایک دوسرے کا دل توڑنا نہیں چاہتے ہیں، حال ہی میں کرونا کے مرض کی بہتات پر امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے ملیریا میں استعمال ہونے والی دوا ہندوستان سے مانگی تھی، ہمارے وزیر اعظم نریندر مودی جی نے پہلے تو انکار کر دیا، پھر ٹرمپ کی ایک دھمکی پر دوا کی سپلائی کی منظوری دیدی، اسے کہتے ہیں دل نہ توڑنا اور دل رکھنا، مودی جی کے مخالفین اس پر باتیں بناتے ہیں، بنایا کریں مودی جی پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے، وہ ان چیزوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔

دونوں کی مزاجی ہم آہنگی کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ دونوں ملکی خزانے کا استعمال غیر ملکی اسفار اور سیر سپاٹے کے لیے کثرت سے کرتے رہے ہیں، حال ہی میں ذرائع ابلاغ میں ڈونالڈ ٹرمپ کے غیر ملکی اسفار کی تفصیلات شائع ہوئی ہیں، اس کے مطابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے محض تین سال میں پینتالیس سو ساٹھ (۴۵۶۰) غیر ملکی اسفار کیے، ان کے اہل خاندان نے سالانہ اوسطا تیرہ سو (۱۳۰۰) سفر کیا، جس میں ان کے بیٹے کا تجارتی سفر بھی شامل ہے، جو ملکی خزانے سے صدر کو ملنے والی سہولیات کے ذیل میں کیے گیے، قابل ذکر ہے کہ ۲۰۱۷ء میں صدر امریکہ کے خاندانی تحفظ کے لیے دو سو چار (۲۰۴) ڈالر کروڑ کا بجٹ رکھا گیا تھا، جو صدر کی نظر میں انتہائی کم تھا، اور انہوں نے اسے چار سو چھپن (۴۵۶) کروڑ کرنے کی مانگ کی تھی، جسے وہاں کے ایوان نے منظور نہیں کیا، صدر ٹرمپ کے پہلے بارک اوباما دو میقات تک امریکہ کے صدر رہے، انہوں نے سات (۷) سال میں صرف نو سو تینتیس (۹۳۳) غیر ملکی اسفار کیے، اوبامہ کے خاندان کے لوگوں کی بات کریں تو ان لوگوں نے ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۷ء تک سالانہ اوسطاً ۱۴۷ سفر کیے جو ڈونالڈ ٹرمپ اور ان کے خاندان والوں کے سیر سپاٹے کے مقابلے انتہائی کم ہیں، اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ فام اوبامہ نے ملکی خزانے کو لوٹا نہیں، بلکہ اس کی حفاظت کی؛ جبکہ سفید فام ڈونالڈ ٹرمپ اپنی خواہشات اور سیر سپاٹوں کی تکمیل کے لیے ملکی خزانے پر پڑنے والے بوجھ کے لیے کبھی فکر مند نہیں رہے۔

یہی حال ہمارے ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی کا ہے، انہوں نے اپنے دور اقتدار میں آدھی سے زیادہ دنیا کا سفر کر لیا، سفر کے اس کثرت کی وجہ سے اخبار والے سرخی لگانے لگے تھے کہ ”آج بھارت کے پردھان منتری بھارت آئیں گے“ انہوں نے ۲۰۱۴ء میں وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف لیا اور دسمبر ۲۰۱۵ء تک صرف ایک سال میں تینتیس (۳۳) غیر ملکی اسفار کئے، جن میں آسٹریلیا، افغانستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، برازیل، کینڈا، چین، فیجی، جرمنی، جزیرہ آئر لینڈ، جاپان، قزاقستان، کرغیزستان، ملیشیا، موریشش، منگولیا، میاں مار، پاکستان، سیچلیس، سری لنکا، جنوبی کوریا، تاجکستان، ترکی، ترکمانستان، متحدہ عرب امارات، برطانیہ، ازبکستان، فرانس، نیپال، روس، سنگاپور، ریاستہائے متحدہ امریکہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ صرف ایک سال کے سفر کی تفصیل ہے، وزیر اعظم اب تک اپنے پورے دور اقتدار میں کتنے بیرونی سفر کر چکے ہیں، یہ اس کا لیکھا جوکھا نہیں ہے، ۲۰۱۵ء سے ۲۰۲۰ء تک ہمارے وزیر اعظم کے سفر پر جو اخراجات ہوئے، اس کی تفصیل لوک سبھا میں وزیر مملکت برائے امور خارجہ وی مرلی دھرن نے تحریری طور پر پیش کیا تھا، اس کے مطابق مالی سال ۱۶-۱۵ میں وزیر اعظم کے غیر ملکی سفر پر ۸۵-۱۲۱ کروڑ ۱۷-۲۰۱۶ء میں ۸۲-۷۸ کروڑ ۱۸-۲۰۱۷ء میں ۹۰-۹۹ کروڑ ۱۹-۲۰۱۸ء میں ۲-۱۰۰ کروڑ اور مالی سال ۲۰-۱۹ء میں رپورٹ پیش کرنے کے وقت تک ۲۳-۴۶ کروڑ روپے خرچ ہوئے۔

باخبر ذرائع کے مطابق اس رپورٹ میں وزیر اعظم کے چارٹر فلائٹ، ہاٹ لائن سروس اور ہوائی جہاز کے رکھ رکھاؤ پر ہونے والا خرچ شامل نہیں ہے، اس خرچ کی تفصیل جاننا چاہیں تو معلوم ہوگا کہ مالی سال ۱۷-۲۰۶ء میں اس مد میں ۶۷-۳۷۶ کروڑ ۱۸-۲۰۱۷ میں ۷۷-۳۴۱ کروڑ ۱۹-۲۰۱۸ء میں ۸۸-۴۲۳ کروڑ روپے صرف ہوئے۔

۲۰-۲۰۱۹ء کے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں، کیوں کہ رپورٹ دینے کے وقت تک وزارت خارجہ کو اس سال کے کچھ سفری بل موصول نہیں ہوئے تھے، ملک کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وزیر اعظم کے ساتھ ان غیر ملکی دوروں پر کون لوگ گئے تھے، باضابطہ لوک سبھا میں سوالات پوچھے جانے پر بھی یہ معلومات فراہم نہیں کی جا سکیں، صورتحال یہ ہے کہ سنٹرل انفارمیشن کمیشن (سی آئی سی) کے حکم کے باوجود وزارت خارجہ نے یہ جانکاری دینے سے منع کر دیا تھا۔

۲۳ر جولائی ۲۰۱۸ء تک کی راجیہ سبھا میں جو رپورٹ حکومت نے پیش کی تھی، اس کے مطابق وزیر اعظم اس تاریخ تک کل ایک سو اکہتر (۱۷۱) دن غیر ملکی دوروں پر رہے، انہوں نے اپنی مدت کار کا ۱۲ر فی صد وقت غیر ملکی دوروں میں گذارا، اس کے مقابل ان کے پیش رو وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے نو سال میں غیر ملکی دوروں پر صرف چھ سو بیالیس (۶۴۲) کروڑ روپے خرچ کیے تھے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

## نسلی تعصب

۲۵ر مئی ۲۰۲۰ء کو جارج فلوئیڈ مینے سوٹا میں ڈریک شوون کے تشدد کا شکار ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، ڈریک شوون نے آٹھ منٹ چھیالیس سکنڈ تک اس کا گلا دبا کر موت کے گھاٹ اتار دیا، وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ میں سانس نہیں لے پا رہا ہوں، میرا دم گھٹ رہا ہے (I CAN NOT BREATH) لیکن اس گورے پر نسلی عصبیت اس قدر غالب تھی کہ اس کالے کی وہ ایک بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہوا، بات معمولی سی تھی جارج فلوئیڈ نے ایک ڈبہ سگریٹ لیا تھا اور دوکاندار نے بیس ڈالر کے اصلی نوٹ کو جعلی سمجھ کر اسے پولیس کے حوالہ کر دیا تھا۔

امریکہ کے تیرہ فی صد سیاہ فام باشندوں نے اس ظلم کو برداشت نہیں کیا اور سڑکوں پر نکل آئے، امریکہ کے ہر بڑے شہر میں اجتماع، مظاہرے ہوئے، عام زندگی درہم برہم ہو کر رہ گئی، مظاہرین وہائٹ ہاؤس کے قریب جمع ہو گیے اور امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ کو بال بچوں کے ساتھ ڈھائی گھنٹہ تک بیرک میں چھپنا پڑا، ڈونالڈ ٹرمپ کے الٹے سیدھے بیان پر ایک پولس افسر نے انہیں کہا کہ ”اگر آپ کچھ اچھا بول نہیں سکتے تو اپنی زبانیں بند ہی رکھیے“۔ فرانس اور کناڈا میں بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند ہو رہی ہے۔

امریکہ میں پولیس کے ذریعہ ظلم کی یہ پہلی کہانی نہیں ہے، ”میپنگ پولیس وائلنس“ ویب سائٹ کی معلومات کو صحیح قرار دیں تو امریکہ میں روزانہ تین افراد اوسطا پولیس کی گولی سے مر جاتے ہیں، ۲۰۱۹ء میں دس سو ننانوے (۱۰۹۹) افراد پولیس کے ہاتھوں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، تیرہ (۱۳) فی صد ہونے کے باوجود مرنے والوں میں سیاہ فام لوگوں کا تناسب چوبیس فی صد تھا۔ نسلی تعصب کی وجہ سے یہاں انسانی حقوق کی کھلے عام خلاف ورزی ہوتی رہی ہے، چاہے ۱۹۲۱ء کا ٹلسا فساد ہو یا ۱۹۱۹ء کا شکاگو فساد، ۱۹۴۳ء میں ڈیٹڈ رائٹ فساد ہو یا ۱۹۶۳ء کا نیویارک تشدد، سب کی جڑ میں یہی نسلی تعصب کار فرما رہا ہے۔

امریکہ میں نسلی تعصب اس قدر شدید ہے کہ جو لوگ اس کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے، امریکہ میں غلامی کے خاتمہ کے سو سال بعد ۲۸ر اگست ۱۹۶۳ء کو مارٹن لوتھر کنگ جونیر نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور ان کی شہرہ آفاق تقریر ”میرا ایک خواب ہے“ کو سننے کے لیے ڈھائی لاکھ لوگ واشنگٹن ڈی سی میں جمع ہوئے تھے، لیکن ۱۹۶۸ء میں مارٹن لوتھر موت کے گھاٹ اتار دیے گیے، سابق صدر بارک اوباما کا تعلق گوروں کی نسل سے نہیں تھا، ایسے میں امید بندھی تھی کہ حالات بدلیں گے اور ان کے دور اقتدار میں نسلی تعصب اختتام کو پہونچے گا، لیکن وہ بھی اس پر قابو نہیں پا سکے، ان کے عہد حکومت میں نسلی تعصب کے خلاف کام کرنے والے ایرک گارنر کو بھی جارج فلوئیڈ کی طرح ہی مار ڈالا گیا تھا اور اس کے بھی آخری الفاظ یہی تھے کہ ”میں سانس نہیں لے پا رہا ہوں“۔

اس مظاہرہ کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ مظاہرین نے اپنے ہاتھوں میں جو پلے کارڈ اٹھا رکھا تھا، اس میں بعض پر لکھا ہوا تھا کہ ”ہم عرب نہیں کہ مارتے رہو اور خاموش رہیں (WE ARE NOT ARABS TO KILL US AND KEEP SILENT) یہ جملہ عربوں کی صحیح صورت حال کی عکاسی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ عرب والے مغرب سے کس قدر خوف زدہ ہیں کہ ایسے موقعوں سے آواز ان کے گلے میں دب جاتی ہے، اس پلے کارڈ کا مطلب یہ ہے کہ ہم بزدل نہیں ہیں اور ہم عربوں کی طرح اپنے ساتھیوں کی موت پر خاموش نہیں رہ سکتے ہیں۔

امریکہ میں دستوری طور پر کالوں کو مساویانہ حقوق دیے گیے ہیں، ابراہیم لنکن کے زمانہ میں ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۵ء تک امریکہ میں جو خانہ جنگی ہوئی اس کی بنیاد بھی سیاہ فام شہریوں کے حقوق تھے، یہ لڑائی زمانہ دراز تک جاری رہی اور بالآخر ۱۸۹۶ء میں سیام فام تمام شہری حقوق کے حصول میں کامیاب ہو گیے، لیکن امریکہ کے گوروں کی ذہنیت نہیں بدلی، وہ آج بھی سیام فام لوگوں کو اپنے سے الگ سمجھتے ہیں اور ان کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔

یہی حال اسرائیل میں یہودی، میںمار میں بدھسٹ، جرمن میں نازی اور ہندوستان میں برہمنوں کا رہا ہے، ان کے نسلی تعصب اور تفاخر نے ان ملکوں میں جو انسانیت کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر رکھی ہے وہ کسی پڑھے لکھے آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس ذہنیت کو بدلنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے موقع سے خطاب کے اس جملے کو یاد رکھیے کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور کسی احمر کو اسود پر اور کسی اسود کو احمر پر فضیلت حاصل نہیں، افضل وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے، رنگ ونسل اور ذات پات کی بنیاد پر اعلیٰ ادنیٰ کی تقسیم اکرام انسانیت کے خلاف ہے، یہ محض خاندان وقبائل کے تعارف کا ذریعہ ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، واقعہ یہی ہے کہ اللہ کا خوف، اللہ کی خشیت اور اللہ کا ڈر یہ ”ماسٹر کی“ (Master key) ہے، شاہ کلید ہے، بغیر اس کے نسلی تعصب وتفاخر کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

# اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

## اسلام کی آفاقیت

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہیں گے، اگر چہ کفر کرنے والوں کو ناپسند ہو (سورہ توبہ آیت ۳۲)

**مطلب**:۔ مذہب اسلام ایک صاف ستھرا مذہب ہے، جس کو خالق کائنات نے فطرت انسانی کے عین مطابق بنایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری انسانیت تک پہنچایا ہے، چنانچہ عہد نبوت میں یہ دین حق پورے آب و تاب کے ساتھ پھیلتا رہا ،مخالفت و مزاحمت کی تیز و تند جھونکوں میں بھی اسلام اپنی روشنی بکھیرتا رہا، جس کے باعث لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے، حالانکہ کفر کی طاقتیں چاہتی تھی کہ دین اسلام کو پروان نہیں چڑھنے دیا جائے لیکن اسلام کی محبت و چاشنی ایسی تھی کہ لوگ اس کو قبول کرتے گئے اور اللہ نے حق کو حق کر کے دکھایا اور باطل کو باطل کر دیا البتہ کچھ مخالفین کی ٹولیاں اور طبقہ ہر دور میں ظاھر ہوتے رہے ھیں ، جو اسلام کے بارے میں پروپیگنڈہ کرتے رہے اور لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلاتے رہے لیکن اسلام کا دائرہ بڑھتا ہی رہا، یہ تو ممکن ہوا کہ مسلمان کسی خطے میں عددی اعتبار سے کم رہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ اسلام کبھی مغلوب ہوا ہو۔

تاریخ اسلام کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے قرآن و سنت پر پوری طرح عمل کیا تو کوئی کوہ و دریا ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکا اور یہ غالب آ کر رہے اور جب کبھی جہاں کہیں ان کو مغلوب یا مقہور ہونے کی نوبت آتی ہے تو وہ قرآن و سنت کے احکام سے غفلت اور خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتا ہے جو ان کے سامنے دین حق پر بھی اپنی جگہ کامیاب بھی رہا اور انشاء اللہ قیامت تک یہ دین غالب بھی رہے گا اور محفوظ بھی اور اپنے عادلانہ نظام اور عالمگیر نظریہ کی بنیاد پر پھیلتا ہی رہے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی کچا پکا مکان باقی نہ رہے گا جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہ ہو جائے، عزت داروں کی عزت کے ساتھ اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ جن کو اللہ تعالی عزت دیں گے وہ مسلمان ہو جائیں گے اور جن کو ذلیل کرنا ہوگا وہ اسلام کو قبول تو نہ کریں گے مگر اسلامی حکومت کے تابع ہو جائیں گے (معارف القرآن جلد نمبر۴)

اس لیے اگر ہم اس دین حنیف سے جڑے رہیں گے تو اللہ تعالی اس کی بنیاد پر عزت عطا کریں گے اور ہماری حفاظت بھی فرمائیں گے اور جو لوگ اسلامی تہذیب کو مسخ کرنے یا مسلمانوں کو اپنے اندر ضم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں اللہ اس کے منصوبوں کو ناکام کر دیں گے، اس لئے آج وقت کا شدید تقاضا ہے کہ ہم اپنی ملی قیادت پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے ہمت وجرأت، حکمت و تدبر اور صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں اور ان تدبیروں کے ساتھ خدائے کارساز سے مدد و نصرت کی دعائیں بھی کرتے رہیں، خدانخواستہ اگر ہم نے وقت کے اس اہم طوفان سے چشم پوشی کی اور اپنی عافیت کوشوں میں مبتلا رہے تو جان لیجیے تاریخ اس جرم کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

## ناپ تول کر بولو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے (مسلم شریف)

وضاحت:۔ اسلام کی ہر شئے میں خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادت سے یا اخلاق و معاملات سے ،مرکزی چیز اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری ہے، ہر وہ کام اور عمل اچھا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند فرماتے ہیں اور وہ برا ہے جس کو وہ ناپسند فرمائے ،اس بنا پر اسلام کی نظر سے اختلاف کی دو قسمیں ہیں وہ اخلاق جن کو خدا پسند فرماتا ہے یہ فضائل کہلاتے ہیں جیسے تواضع ،خاکساری، دیانتداری و امانت داری اور ایثار و قربانی وغیرہ کو اللہ محبوب رکھتے ہیں اور وہ کام جن کو وہ ناپسند کرتا ہے رذائل ہیں جن سے بچنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے، جن کے کرنے والے اس کے حضور میں گنہگار ٹھہرتے ہیں اور جن کی بدولت انسانی افراد اور جماعتوں کو روحانی اور مالی نقصان پہنچتے ہیں اور ان کی معاشرت تباہ ہو جاتی ہے، جیسے غیبت ،چغل خوری، بدگمانی ، بے ایمانی اور دروغ گوئی وغیرہ سے دینی و دنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود اور سعادت اور اقبال کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے ،انہیں بری عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان کیا جائے ،اس لیے کہ یہ ایک درجے کا جھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی عادت رکھنے والا آدمی قابل اعتبار نہیں ہوتا اسی طرح یہ آدمی بھی لائق اعتبار نہیں رہتا ،سوسائٹی میں اس کی باتوں کی قدر نہیں رہتی ،اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی باتوں کو نقل کرنے سے منع فرمایا، کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے۔

ایسے لوگوں کو جو ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں اللہ تعالی نے سمعون للکذب جھوٹ کے بڑے سننے والے کا خطاب دیا ہے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خوش گپی کے موقع پر محض لطف صحبت کے لیے بھی جھوٹ بولتے ہیں اس سے بھی اگر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بعض موقعوں پر ایک دلچسپی کی چیزیں بن جاتی ہے تاہم اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس ہے کیونکہ اس سے آدمی کا وزن کم ہوتا ہے اور اس کی بات بے اعتبار ہوتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ برابر ہے اس لئے ہر مومن بندہ کو چاہیئے کہ وہ بغیر تحقیق کے کسی بات کو نقل کرنے سے پرہیز کرے اور خوش گپی کے موقع پر بھی زبان کو دروغ گوئی سے محفوظ رکھے۔

# دینی مسائل

(از: مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

## احرام اور اس کا طریقہ

میں حج کے سفر پر جا رہا ہوں، گیا سے میری فلائٹ ہے ، جدہ ایر پورٹ پر اترنا ہوگا پھر حرم محترم جا کر عمرہ کرنا ہوگا ، سوال یہ ہے کہ میں احرام کہاں سے باندھوں ، اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق:

آپ چونکہ حج تمتع کریں گے اس لئے پہلے آپ کو عمرہ کا احرام باندھنا ہوگا، احرام باندھنے سے قبل بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے بدن کی خوب اچھی طرح صفائی کر لیں، بغل و زیر ناف بالوں کو صاف کر لیں، ہاتھوں اور پیروں کے ناخن کاٹ لیں کوئی مانع نہ ہو تو بیوی سے ہمبستری کر لیں، بہ نیت احرام خوب اچھی طرح غسل کر لیں ، بدن میں خوشبو لگا لیں اس کے بعد احرام کے دو کپڑے زیب تن کر لیں ، سلے ہوئے کپڑے اتار دیں ، کوئی اوقات مکروہہ نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھیں بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد **قل یا ایھا الکفرون** اور دوسری رکعت میں **قل ھو اللہ احد** پڑھیں۔ سلام کے بعد اللہ تعالیٰ سے سفر کی آسانی اور حج و عمرہ کی قبولیت کی دعا مانگیں ، اس کے بعد آپ چاہیں تو عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر احرام میں داخل ہو جائیں، ایسی صورت میں احرام کی پابندی اسی وقت سے عائد ہو جائے گی جس کا خیال بہر حال رکھنا ضروری ہوگا اور اگر چاہیں تو نیت اور تلبیہ کو موخر کر دیں اس عمل کو جہاز میں میقات میں داخل ہونے سے قبل انجام دیں۔ یاد رکھیں آپ اللہ تعالیٰ کے اس مقدس گھر کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں جو روئے زمین پر اللہ کا سب سے پہلا گھر ہے ،جسکی تعمیر مقدس فرشتوں نے پھر اللہ کے اولو العزم پیغمبروں نے کی ، اس گھر کی زیارت کے لئے آپ کو میقات سے گزرنا ہوگا میقات مکہ مکرمہ کے چاروں جانب وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ سے باہر رہنے والا جب بھی مکہ مکرمہ کے قصد و ارادہ سے داخل ہو خواہ مقصد حج یا عمرہ ہو یا دوست واحباب، اعزہ و اقارب سے ملاقات یا اور کوئی تجارتی اغراض ان کو ان مواقیت سے احرام باندھا اور بیت اللہ کا حق ادا کرنا واجب ہے۔

یہ میقات آپ کو جدہ سے قبل راستہ میں آئے گا ، جبکہ آپ جہاز میں ہوں گے، جہاں کا عملہ آپ کو متنبہ کرے گا کہ آپ میقات میں داخل ہونے والے ہیں اس لئے احرام کا عمل مکمل کر لیں ، اگر آپ اس سے قبل احرام کا عمل مکمل کر چکے ہوں گے تب تو کوئی بات نہیں تلبیہ کا ورد کرتے رہیں ، اور اگر احرام کی پابندی سے بچنے کے لئے آپ نے صرف احرام کے کپڑے پہن رکھے ہیں عمرہ کی نیت کے ساتھ تلبیہ نہیں پڑھا ہے تو اب ان کاموں کو کر لیں ، سر سے ٹوپی یا چادر ہٹا لیں کیونکہ احرام کی حالت میں سر کھلا رکھنا ضروری ہے۔ عمرہ کی نیت کر لیں۔ **اللھم انی ارید العمرۃ فیسرھا لی وتقبلھا منی** اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کر رہا ہوں تو اسے آسان فرما اور میری جانب سے قبول فرما۔ اس کے بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں۔ **لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک** تلبیہ کے کلمات اچھی طرح پہلے سے یاد کر لیں، اس کے معنی و مفہوم کو سمجھ لیں ، کیونکہ راہ عشق کے مسافر کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا یہی وہ ترانہ ہے جس میں بندہ کی طرف سے خود سپردگی اور عجز و انکساری کا اظہار ہے، یہ ترانہ زبان پر جاری رہے گا اور طواف سے قبل تک جاری رہے گا ، اس درمیان احرام کی مکمل پابندی عائد رہے گی اور اس وقت تک رہے گی جب تک آپ عمرہ کے افعال سے فراغت کے بعد حلق یا قصر نہ کرا لیں۔

**ممنوعات احرام**: حالت احرام میں بہت سی چیزیں ممنوع ہیں، جن سے بچنا ضروری ہے، ورنہ کفارہ لازم ہوگا۔ مثلاً عطر اور خوشبو کا لگانا یا خوشبو والی چیز کا استعمال کرنا ، مرد کا سلا ہوا کپڑا جیسے قمیص ، کرتا ، پاجامہ، ٹوپی ، دستانہ پہننا، اسی طرح ایسا جوتا پہننا جو پیر کی ابھری ہوئی ہڈی کو ڈھانک لے، مرد کا سر اور چہرہ اور عورتوں کا چہرہ ڈھانکنا، ناخن کاٹنا یا کٹوانا جسم سے بال دور کرنا، سر کا بال مونڈنا یا کاٹنا، بیوی سے ہمبستری کرنا یا بوس و کنار کرنا جس سے ہمبستری کی خواہش پیدا ہو، خشکی کے جانور کو پکڑنا ، شکار کرنا یا شکار میں مدد کرنا ، جوئیں مارنا ، جھگڑا لڑائی کرنا یہ ساری چیزیں ممنوع ہیں۔

**میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا**: اگر کسی وجہ سے میقات سے پہلے احرام نہیں باندھ سکا ، نیند آ گئی یا کسی نے میقات کے بارے میں بتایا نہیں یہاں تک کہ جدہ گیا تو اب کیا کرنا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق:

اگر کسی وجہ سے آپ میقات سے قبل احرام نہیں باندھ سکے اور جدہ پہونچ گئے تو آپ کو میقات سے بلا احرام آگے بڑھنے کی وجہ سے دم دینا ہوگا، البتہ اگر آپ اپنے میقات یا اس کے محاذی کسی اور میقات میں واپس آ کر احرام باندھ لیتے ہیں تو دم ساقط ہو جائے گا؛ لیکن اگر اپنے میقات یا محاذی کسی اور میقات میں واپسی ممکن نہ ہو تو بدرجہ مجبوری جدہ ہی سے احرام باندھ لیں اور دم دیدیں، یہ دم حرم ہی میں دینا ہوگا۔

**سلے ہوئے کپڑے میں احرام باندھنا**: احرام کے کپڑے ہینڈ بیگ میں رکھا کہ جہاز میں میقات سے پہلے پہن کر احرام باندھ لوں گا ، لیکن ساتھیوں کی غلطی سے وہ بیگ جہاز کے لگیز میں چلا گیا، اب ساتھ میں احرام کا کوئی کپڑا نہیں ہے اور نہ ہی ساتھیوں کے پاس اپنی ضرورت سے زائد احرام کے کپڑے ہیں، ایسی صورت میں احرام باندھنے کی شکل کیا ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق :

صورت مسئولہ میں شخص مذکور جس کے پاس احرام کے کپڑے نہیں ہیں اس پر لازم ہے کہ میقات سے قبل سر سے ٹوپی اتار لے بدن سے قمیص اتار کر بدن پر ڈال لے، اور اسی پاجامہ یا لنگی (جو پہن رکھا ہے) میں عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر احرام باندھ لے، جدہ پہونچنے کے بعد سلا ہوا کپڑا اتار دے اور احرام کے کپڑے پہن لے، البتہ حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا چونکہ ممنوع ہے اس لئے اس کے ذمہ کفارہ لازم ہے، اب اگر اس نے ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ دیر تک سلا ہوا کپڑا پہنا رہا تو اس پر تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز واجب ہے یا تو دم دے (ایک بکرا ذبح کرے) یا تین روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کے بقدر صدقہ دے، ہر مسکین کو ایک صدقہ فطر کے بقدر دینا ہوگا۔ اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم پہنا ہے تو ایک صدقہ فطر کے بقدر صدقہ دے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ۱؍۲۴۴)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھـــــلـــــواری شـــــریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۹؍شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲؍جون ۲۰۲۰ء روز سوموار

## سرحدی تنازعہ

ہندوچین میں جونوک جھونک ڈوکلام میں سڑک تعمیر سے شروع ہوا تھا، وہ کئی دور کی بات چیت اور فوجی افسران کے آپسی ملاقات سے حل نہیں ہوسکا اور لداخ کے گلوان وادی میں دونوں ملک کے افواج کی آپسی جھڑپ میں سرکاری اطلاع کے مطابق بیس (۲۰) ہندوستانی جوان کو اپنی جان گنوانی پڑی، جس میں پانچ بہار رجمنٹ کے ہیں، چین کی طرف سے اپنے فوجیوں کی ہلاکت کی تعداد نہیں بتائی گئی ہے، صرف جانی نقصان کا اقرار کیا گیا ہے، خبروں کی مانیں تو پینتیس (۳۵) چینی فوجی بھی مارے گیے، اس جھگڑے کا تعلق بھی سڑک تعمیر ہی سے ہے، ہندوستان اروناچل پردیش جموں وکشمیر، سکم، اتراکھنڈ اور ہماچل پردیش کو سرحد سے جوڑنے کے لیے سڑکوں کی تعمیر کررہا ہے، چین کو اس تعمیر پر اعتراض ہے، یہ اعتراض حقائق کی بنیاد پر نہیں، داداگیری کی بنیاد پر ہے، چین نے ہندوستان پر پہلا حملہ ۱۹۶۲ء میں کیا تھا اور سولہ ہزار اسکوائر کلومیٹر ہندوستان کی زمین ہڑپ لی تھی، دوسرا حملہ اس نے ۱۹۶۷ء میں سکم کی طرف سے کیا، اندرا گاندھی کا دور اقتدار تھا، ہندوستانی افواج نے ایسا چھکہ چھڑایا کہ ناتھولا اور چھولا سے چینی افواج کو بھاگنا پڑا، لیکن اس بار صورت حال کچھ الگ ہے، سابق میجر اجے شکلا کا کہنا ہے کہ چین ہندوستانی علاقہ میں ساٹھ کلومیٹر اندر تک گھس آیا ہے، چین کا کہنا ہے کہ افسران کی میٹنگ کے بعد اس نے اپنی فوج کو ڈھائی کلومیٹر پیچھے بلا لیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ چین اپنے سابق رہنما ماؤزی تنگ کے اس قول پر عمل کررہا ہے کہ دس کلومیٹر گھس جاؤ، عالمی دباؤ پڑے تو دو کلومیٹر پیچھے ہٹ جاؤ، آٹھ کلومیٹر کا فائدہ ہوگا اور دنیا امن پسند بھی کہے گی، تحقیق تو نہیں ہے، مگر لداخ میں ہندوستان کی سرحد پر کچھ ایسا ہی کھیل جاری ہے، چین تو خیر دنیا کی دوسری بڑی طاقت ہے۔ اب تو نیپال جیسے چھوٹے ملک نے بھی اپنے تیور بدل لیے ہیں اور دیرینہ دوستی اور رفاقت کی ساری راہ ورسم کو فراموش کرکے اپنے ملک کے توسیع شدہ نقشے کو نیپالی پارلیامنٹ سے پاس کروالیا ہے، دوسو چھہتر اراکین میں دوسو انٹھاون اراکین نے اس نئے نقشہ کو منظوری دینے کے حق میں ووٹ دیا، بقیہ ارکان غیر حاضر تھے، حزب اختلاف نیپالی کانگریس اور جنتا سماج وادی پارٹی نے بھی آئین کے تیسرے شیڈول میں ترمیم کے حق میں ووٹ ڈالا، اب اسے دوتہائی اکثریت سے قومی اسمبلی سے منظور کرانا ہوگا اس مرحلہ سے گذرنے کے بعد یہ بل نیپال کے صدر ودیا دیوی بھنڈاری کے پاس جائے گا اور اس کے بعد یہ وہاں کے آئین کا حصہ ہوجائے گا۔

یہ نقشہ جسے نیپال کی پارلیامنٹ نے منظور کیا ہے، انتہائی متنازع اور ہندوستانیوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والا ہے، کیوں کہ اس نقشہ میں اس نے ہندوستان کے علاقے لیولیکھ، کالا پانی اور لمپیا دھورا کو اپنے نقشہ میں شامل کرلیا ہے، اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ نیپالی پولیس نے سیتامڑھی کے سرحدی علاقہ میں اندھا دھند فائرنگ کرکے ہندوستان کے کئی لوگوں کو گھائل کردیا، جس میں ایک کی موت ہوگئی، ظاہر ہے یہ معاملہ ناقابل برداشت ہے، ہندوستان کے وزیر دفاع اس مسئلہ پر کیا سوچ رہے ہیں، یہ ابھی پردۂ خفا میں ہے، دفاعی معاملات میں منصوبہ بندی کا خفا تدبیر کا حصہ ہوا کرتا ہے، لیکن عوام یہ ضرور جاننا چاہتی ہے کہ ہم اس وقت اتنے کمزور ہوگئے کہ نیپال ہماری زمین کو اپنی بتانے کی جرأت کررہا ہے اور بے گناہ لوگوں پر گولیاں برسا رہا ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ اس واقعہ پر حکومت کی طرف سے کوئی بیان بھی نہیں آرہا ہے، اس پورے معاملہ کا تجزیہ کرتے وقت یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ نیپال کس کی شہہ پر اتنا بڑا اقدم اٹھانے کی ہمت جٹا پایا، کہیں اس کے پیچھے بھی چین تو نہیں ہے، جو پہلے ہی لداخ علاقہ میں ہمارے جوانوں پر حملہ کرچکا ہے، چین سے دوستی کی توقع فضول ہے، کیوں کہ ہم بار بار اسے آزما چکے ہیں اور عربی کا مقولہ ہے کہ **المجرب لا یجرب**، جس کا تجربہ پہلے ہوچکا ہے اس کو دوبارہ تجربہ کے مرحلے سے نہیں گذارنا چاہئے۔ لیکن نیپال سے ہمارے قدیم دوستانہ مراسم رہے ہیں، ہندوستان سفیروں کی سطح پر بات چیت سے اس مسئلہ کو حل کرسکتا ہے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس وقت ہندوستان کے تعلقات تمام پڑوسی ملکوں سے خراب ہیں، پاکستان سے لڑائی پرانی ہے، لیکن اب بھوٹان، بنگلہ دیش، سری لنکا جیسے ملکوں سے بھی تناؤ ہے، ہم چاروں طرف سے مخالفین سے گھرے ہوئے ہیں ان حالات میں غور وفکر کا ایک گوشہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ کہیں ہماری خارجہ پالیسی تو ناکام نہیں ہوگئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

## بکھرتا خاندان

اللہ رب العزت نے ازدواجی زندگی کو سکون اور مودت ورحمت کا سبب قرار دیا تھا اور یہ صفت جو نکاح کے بعد پیدا ہوتی ہے اسے اپنی نشانی ٹھہرایا تھا، لیکن انسانوں کی بدعملی، بے عملی اور ایک دوسرے کے تئیں حقوق وفرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی وجہ سے خانگی جھگڑوں نے ازدواجی زندگی کو اجیرن بنادیا ہے، میاں بیوی، بال بچوں کے درمیان دوریاں بڑھتی جارہی ہیں اور خاندان بکھرتا جارہا ہے، مغربی ممالک میں تو یہ بیماری اس قدر عام ہے کہ وہاں مشہور ہے کہ تین ڈبلو (Work, Wether, Wife,) کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، کب ساتھ چھوڑ جائے، کچھ کہنا مشکل ہے، پھر یہ خاندانی انتشار بربادی کی ایک داستان چھوڑ جاتا ہے، کیوں کہ جدائیگی کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، کسی بھی عمر میں میاں بیوی الگ ہوجاتے ہیں اور ان کی زندگی ہر اعتبار سے برباد ہوکر رہ جاتی ہے۔

ابھی حال ہی میں لندن کا ایک ایسا ہی مقدمہ سامنے آیا ہے، جس میں شادی کے بائیس سال بعد میاں بیوی نے علیحدگی کا فیصلہ کیا، جائیداد کے حصول کے لئے دوسال تک مقدمہ لڑتے رہے، وکیلوں کو چھ کروڑ روپئے بطور فیس ادا کئے، ڈیڑھ کروڑ روپئے کا قرض الگ سے سرچڑھا، مشترکہ کاروبار اس لڑائی کی نظر ہوگیا، طلاق تو ہوگئی؛ لیکن اس لڑائی نے دونوں کو کنگال کردیا، کہنے کے لئے دونوں کو پانچ پانچ لاکھ روپئے ہاتھ آئے، لیکن ڈیڑھ کروڑ کے قرضدار کے لئے پانچ لاکھ کی رقم کیا معنی رکھتی ہے، عدالت میں تیرہ (۱۳) سنوائی ہوئی، پانچ دن ٹرائل پر مقدمہ رہا، شوہر نے چار بار اپیل کی؛ جو ہر بار خارج ہوگئی، جسٹس رابرٹ بیل نے کہا کہ خود کو برباد کرنے والا یہ مقدمہ آج ختم ہوگیا، لیکن اس مقدمہ پر جو اخراجات ہوئے اس پر یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ مقدمہ ایسے میاں بیوی کے لئے عبرت ہے جو قانونی داؤ پیچ میں اپنا سب کچھ خرچ کرڈالتے ہیں۔

اس پورے فیصلہ کے مقابل اسلامی تعلیم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ طلاق اسلام میں حلال کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے، اس سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، لیکن اگر میاں بیوی کی ازدواجی زندگی ان خطوط پر استوار نہ ہوسکے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں اور جسے حدود اللہ کا نام دیا گیا ہے اور اصلاح حال کی ساری کوششیں ناکام ہوجائیں تو طلاق کے ذریعہ ترک تعلق کرلیا جائے؛ تاکہ دونوں کے لئے آئندہ نئے سرے سے خوشگوار زندگی کا آغاز کرنا ممکن ہوسکے، طلاق کے اس عمل میں نہ عدالت کی ضرورت ہے اور نہ ہی عام حالات میں گواہوں کی۔ شریعت نے سوائے عدت کے نفقہ کے کوئی مالی بوجھ بھی شوہر پر نہیں ڈالا ہے، رہ گیا مہر تو وہ نکاح کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، طلاق کی وجہ سے نہیں، یہ الگ بات ہے کہ مہر کی ادائیگی کا مزاج نہیں ہے، اس لئے اس قرض کی ادائیگی کا خیال بھی طلاق کے بعد آتا ہے، یہ انسانی کمزوری ہے، شریعت کا اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، رہ گئی بات اثاثہ جات کی تو جو چیز جس کی ملکیت ہے وہ اس کو ملے گی، اس میں بٹوارے وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے، جو اثاثہ جات مشترک ملکیت ہیں، ان کی تقسیم بھی شرعی رہنمائی کے مطابق ہوجائے گی، اتنے آسان طریقہ سے ترک تعلق میں کسی قسم کی بربادی نہیں ہے، بلکہ ایک خوشگوار زندگی کے آغاز کا یہ پیش خیمہ ہے۔ جو لوگ اسلامی طلاق پر اعتراضات کرتے ہیں، ان کو اس حقیقت کو سمجھ لینی چاہئے کہ کرب کے ساتھ زندگی گذارنے اور چھٹکارہ ممکن نہ ہو تو عورتوں کو جلادینے سے لاکھ گنا بہتر ہے کہ اسے آزاد کردیا جائے اور وہ اپنے نفس کی مالک ہوکر شرعی انداز میں کسی دوسرے مرد سے رشتہ قائم کرکے عزت واکرام کے ساتھ پُرسکون زندگی گذار سکے۔

## اہم فیصلہ

دہلی ہائی کورٹ نے باپ، بیٹے کے درمیان جائیداد سے متعلق ایک مقدمہ میں اہم فیصلہ سنایا، معاملہ دہلی کے مشرق کیلاش کا ہے، ایک بوڑھے باپ نے بیٹے کو اپنے گھر سے نکالنے کے لیے کورٹ کا سہارا لیا تھا، وہ اپنے لڑکے کے ظلم وستم سے عاجز ہوگیا تھا، مقامی عدالت نے فیصلہ باپ کے حق میں دیا کہ وہ اپنے لڑکا کو گھر سے نکال سکتا ہے، بیٹا نے اس فیصلہ کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا، دلیل یہ دی کہ جس گھر سے اس کا باپ اسے بے دخل کرنا چاہتا ہے وہ اس کی حاصل کردہ نہیں، بلکہ موروثی ہے، اس لئے وہ اس جائیداد کے مالک نہیں ایک حصہ دار ہیں، جسٹس نوین چاؤلہ کی سنگل بنچ نے اس معاملہ کی سماعت کی اور اپنے فیصلے میں واضح طور پر کہا کہ باپ کو یہ قانونی حق ہے کہ وہ بیٹے، بیٹی یا کسی بھی قانونی وارث کو اپنی مرضی سے گھر سے باہر نکال سکتا ہے، چاہے وہ جائیداد موروثی ہی کیوں نہ ہو، اسے یہ ثابت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی جارہی ہے یا اسے گذارے کے بقدر خرچ نہیں مل رہا ہے، فاضل جج کا ریمارک تھا کہ ۲۰۰۹ء میں اس حوالہ سے بنائے گیے قانون کا دائرہ صرف اولاد کو سزا دینے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اگر وہ ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو اس قانون کی رو سے اسے نکال بھی سکتے ہیں۔

اس فیصلے کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ یہ بالکل عین اسلام کے مطابق ہے اور ایک غیر مسلم کے معاملہ میں دیا گیا ہے، جہاں مورث کی حیثیت خود مختار کی نہیں ہوتی، وہ اپنی جائیداد کو لڑکوں کی مرضی کے بغیر فروخت نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ ان کی اولاد پیدائش کے بعد اس جائیداد کی حصہ دار ہوجاتی ہے، جب کہ اسلام کا موقف یہ ہے کہ مورث اپنی ساری جائیداد کا مالک ہے خواہ وہ اسے ترکہ میں ملی ہو یا اس نے خریدی ہو، وہ جس طرح چاہے اسے خرید وفروخت، وصیت، ہبہ وغیرہ کے ذریعہ دوسرے کو منتقل کرسکتا ہے اور اولاد کو اس سلسلے میں کسی قسم کے تصرف کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، اسی لیے وہ جب چاہے اپنی اولاد کو اس سے بے دخل کرسکتا ہے، اور گھر سے نکال بھی سکتا ہے، عدالت کے اس فیصلے سے فاضل جج نے مان لیا ہے کہ صحیح وہی قانون ہے جو اللہ کا بنایا ہوا ہے اور انسانوں کی مشکلات کا مداوا اسی قانون میں ہے۔

## ناقابل معافی

بی جے پی حکومت اور آر اس اس نے ذرائع ابلاغ کو خرید رکھا ہے، اور بکی ہوئی میڈیا مسلمانوں کی دل آزاری کے مواقع تلاش کرتی رہتی ہے، اس کے لئے ٹی وی چینلوں پر مباحثہ کرایا جاتا ہے، اینکر شرکاء کو جوش دلاتا رہتا ہے، پھر اینکر بھی جوش میں آکر اول فول بکنے لگتا ہے، ہرزہ سرائی پر اُتر آتا ہے، ایسا ہی ایک موقعہ تھا جب نیوز ۱۸ کے اینکر امیش دیوگن نے ایک بحث کے دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو لٹیرا اورڈاکو بتایا، جو ناقابل برداشت ہے، حضرت خواجہ ان بزرگوں میں ہیں، جنہوں نے بھٹکی انسانیت کو راہ راست پر لانے کے لیے تاریخی جدوجہد کیا، انہوں نے گرتوں کو اٹھایا اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لانے کا کام کیا، ہندوستان میں انہیں خواجہ غریب نواز کہا جاتا ہے، اور پوری دنیا میں ولی کامل کی حیثیت سے عموماً اور برصغیر ہندوپاک میں خصوصاً ان کا احترام کیا جاتا ہے ایسی مسلمہ شخصیت پر امیش دیوگن نے جو نازیبا جملے کہے ہیں، اس سے پورا ہندوستان سراپا احتجاج بن گیا ہے، اس نے اپنے اس بیان پر افسوس کا اظہار تو کیا ہے؛ لیکن معافی نہیں مانگی ہے۔ اس کی اس حرکت پر اف آئی آر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے اور کئی مسلم تنظیمیں عدالت جانے کا ارادہ رکھتی ہیں، ہم ان کے ساتھ ہیں اور امیش دیوگن کے اس بیان اور رویہ کی پرزور مذمت کرتے ہیں، حکومت کو اسے گرفتار کرکے سخت سزا دینی چاہیے۔

یادوں کے چراغ

# پروفیسر سید ضیاء الحسن: ہم تجھے بھلا نہ پائیں گے

✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مشہور ادیب، محقق، مصنف ودانشور، امیر الدولہ اسلامیہ کالج لکھنؤ اور مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج الہ آباد کے سابق استاذ، اتر پردیش اردو اکیڈمی کے ترجمان سہ ماہی اکادمی اور ماہنامہ خبر نامہ کے سابق اداریہ نگار، بے شمار اصلاحی واخلاقی کہانیوں کے تخلیق کار، ارم ایجوکیشنل سوسائٹی کے رکن، جلیلیہ مسلم گرلس ہائی سکنڈری اسکول کے صدر، انٹیگرل یونیورسٹی کے تاسیسی رکن، ارم اردو قواعد کے مرتب ساکن "بیت النور 476 / 6B، عقب مدح گنج پولس چوکی، سیتا پور روڈ، لکھنؤ پروفیسر سید ضیاء الحسن صاحب کا ۲۸/ مارچ ۲۰۲۰ء بروز سنیچر بوقت دو بجے دن ایرا ز میڈیکل ہوسپٹل لکھنؤ میں انتقال ہوگیا، ان کی عمر اسی (۸۰) سال کے قریب تھی، جنازہ کی نماز بعد نماز مغرب ڈاکٹر سید غیاث الدین نے پڑھائی اور تکیہ تارن شاہ کھدرا میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے، چار بیٹیاں، ایک بھائی اور ایک بہن کو چھوڑا۔ وہ کئی سال سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے، گزشتہ ماہ اوپن ہارٹ سرجری سے گذرے تھے، دل قابو میں آیا تو پھیپھڑوں میں انفیکشن ہوگیا اور یہی جان لیوا ثابت ہوا، ان کے متعلقین ہر دن ان کی صحت وبیماری کی اطلاع وہاٹس ایپ پر دے رہے تھے، اس کے لئے انہوں نے "مائی ہیلتھ بلٹین" کے نام سے ایک گروپ تشکیل دے رکھا تھا، جس سے ان کے چاہنے والوں کو صحت میں اتار چڑھاؤ کی خبر ملتی رہتی تھی، اور بالآخر ۲۸/ مارچ کو یہ اندوہناک خبر ملی کہ ان کی کتاب زندگی کا آخری ورق الٹ گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر سید ضیاء الحسن بن سید نور الحسن کی پیدائش ۱۲/ نومبر ۱۹۴۰ء کو محلّہ ارادت نگر ڈالی گنج لکھنؤ میں ہوئی، ان کے والد اس زمانہ میں مدرسہ تجوید الفرقان کے ناظم تھے، اس لئے ابتدائی تعلیم وتربیت کے مراحل وہیں طے ہوئے، پھر جب ان کے والد تجوید الفرقان سے مستعفی ہو کر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ ہوئے تو ان کی تعلیم بھی ندوۃ منتقل ہوگئی، مگر انہوں نے یہاں سے نصابی تعلیم حاصل نہیں کی، والد صاحب کے ساتھ رہ کر جینے کا سلیقہ اور زندگی گذارنے کا حوصلہ پایا، تعلیمی اسناد عربک پرشین بورڈ الہ آباد سے حاصل کیں، انہوں نے اس ادارے سے منشی کامل، عالم اور فاضل ادیب کی سند پائی پھر لکھنؤ یونیورسٹی کی طرف متوجہ ہوئے اور یہاں سے بی اے آنرز اور ام اے اردو فارسی میں کیا۔ انہوں نے جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل اور معلم اردو کی اسناد بھی حاصل کی تھیں۔

تدریسی زندگی کا آغاز مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج الہ آباد میں اردو اور فارسی کے لکچرر کی حیثیت سے کیا، اور ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۵ء تک خدمات انجام دیں، پھر انہوں نے لکھنؤ میں امیر الدولہ اسلامیہ کالج جوائن کرلیا اور شعبہ اردو وفارسی سے وابستہ ہوگئے اور جون ۲۰۰۱ء میں یہیں سے مدت ملازمت پوری کر کے سبکدوش ہوئے، سبکدوشی کے بعد انہوں نے خود کو اردو کے فروغ کے ساتھ مختلف ملی اور سماجی تنظیموں سے وابستہ کرلیا، خوش وخرم زندگی گزارتے رہے، اور دل کی بیماری لگنے تک سرگرم عمل رہے، تدریس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں تحریر کی بھی بڑی اچھی صلاحیت دی تھی، ان کے مضامین ومقالات مختلف ادبی نیم ادبی رسائل میں شائع ہوا کرتے تھے، ان کے مضامین کے دو مجموعے " نقوش پارینہ " اور " غبار قلم " کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنے والد مرحوم سید نور الحسن صاحب پر مختلف اہل قلم کے مضامین کو "حیات نور" کے نام سے مرتب کیا، ان کا بڑا کارنامہ مصطفیٰ علی اثیر کے کلام کی ترتیب وتدوین اور ان کی حیات وخدمات پر تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ہے، اس کتاب پر ان کا مقدمہ بڑا وقیع ہے، مصطفیٰ علی اثیر پروفیسر صاحب مرحوم کے خالو تھے۔ پروفیسر صاحب کی ایک اور تحقیقی کتاب جس نے اہل علم وادب سے داد تحسین حاصل کیا، وہ ’’قدوائیوں کے مورث اعلیٰ۔ ایک تحقیقی مطالعہ‘‘ ہے پروفیسر صاحب کی قلمی صلاحیت کا فائدہ اتر پردیش اردو اکیڈمی نے اٹھایا، وہ اس کے ترجمان اور خبر نامہ کے لئے مسلسل اداریئے لکھتے رہے۔

پروفیسر صاحب مرحوم خود اہل قلم تھے؛ لیکن انہوں نے لکھنے سے زیادہ شاگردوں پر محنت کی، ان کے مضامین کی اصلاح کرتے اور اپنے اثر ورسوخ سے مختلف رسائل میں شاگردوں کی تحریروں کو چھپوا کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے، آج ان کے شاگردوں میں کئی ایسے ہیں، جنہوں نے ادبی دنیا میں اپنا مقام بنا رکھا ہے، خود لکھنا بھی ایک کام ہے؛ لیکن دوسروں میں اپنی صلاحیت منتقل کرنا اس سے بڑا کام ہے، پروفیسر ضیاء الحسن صاحب اس بڑے کام کے لئے اپنے شاگردوں کے درمیان ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

پروفیسر صاحب خوش جمال، خوش خصال، خوش گفتار اور پرانی تہذیب وثقافت کے امین وپاسدار تھے، ان کی وضع داری مشہور تھی، لکھنؤ کے تمام قابل ذکر شخصیات سے ان کے مراسم تھے اور وہ اسے پورے طور پر نبھایا کرتے تھے، وہ مدرسہ عالیہ عرفانیہ کے بانی قاری مشتاق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت قریب اور ان کے سفر وحضر کے رفیق تھے، قاری صاحب کی جدائیگی کا انہیں بے حد ملال تھا اور عجب نہیں کہ عارضۂ قلب میں اس حادثہ کا بھی ہاتھ رہا ہو، وہ ڈاکٹر خواجہ محمد یونس مرحوم کے بھی خاص معتمد تھے، اور ارم ایجوکیشنل سوسائٹی کے رکن کی حیثیت سے قابل قدر خدمات انجام دے رہے تھے۔

پروفیسر صاحب سے میرے تعلقات دو دہائیوں سے زیادہ کو محیط تھے، میں نے پہلی بار انہیں قاری مشتاق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں دیکھا تھا، ان دنوں مولانا قمر عالم ندوی (جو میرے بڑے بھائی کے داماد ہیں) وہیں استاذ تھے، اس تعلق سے لکھنؤ جب جاتا تو مدرسہ عالیہ عرفانیہ ضرور جاتا، تعلقات بڑھے تو ایک بار میں نے قاری مشتاق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ویشالی آنے کی دعوت دی، مولانا محمد قمر عالم ندوی نے زور لگا دیا اور سفر طے ہوگیا، قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تنہا سفر نہیں کرتے تھے، ان کے ساتھ کئی لوگ ہوا کرتے تھے، جن کے تمام اخراجات وہ داعی پر نہیں ڈالتے تھے، خود ادا کیا کرتے تھے، یاد آتا ہے کہ پہلی بار پروفیسر صاحب کا سفر ویشالی کا قاری صاحب کے ہی ساتھ ہوا تھا، یہ کم وبیش ایک ہفتہ کا سفر تھا، جس میں انہوں نے ویشالی کے ساتھ مدھوبنی تک کا سفر کیا تھا، اس سفر میں پروفیسر صاحب مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی اور میرے گھر بھی تشریف لائے تھے، ایک رات قیام کیا تھا، میرے ذاتی کتب خانہ نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی بکساما مہوا ویشالی کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے تھے، ان دنوں میں مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی بہار میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، پروفیسر صاحب نے سفر سے واپسی کے بعد ایک سفر نامہ "بہار کا پر بہار سفر" کے عنوان سے لکھا تھا، جو امارت شرعیہ کے ترجمان ہفت روزہ نقیب کے کئی شماروں میں قسط وار چھپا تھا، میرے گاؤں اور لائبریری کے تذکرہ والا حصہ ڈاکٹر مشتاق احمد مشتاق کی کتاب "مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی شخصیت اور خدمات" کے شروع میں شامل ہے۔

پروفیسر صاحب کبھی کبھی فون پر بھی میری خیریت دریافت کرلیا کرتے تھے، بیمار ہونے سے کئی ماہ قبل ان کا فون آیا تھا، میں نے قاری مشتاق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بات چھیڑ دی تو وہ اپنی یادداشت مجھ کو منتقل کرنے لگے اور "لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" کے مصداق دیر تک محو گفتگو رہے، انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ قاری مشتاق احمد پر آپ کو کچھ لکھنا چاہئے، میں نے عرض کیا کہ لکھ چکا ہوں اور وہ نقیب میں چھپ بھی چکا ہے، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ وہ مضمون میری نظر سے نہیں گذرا، نقیب یہاں نہیں آتا، ایسی مخلص اور بافیض شخصیت کے جدا ہونے کا غم زمانہ دراز تک باقی رہے گا اور واقعہ یہ ہے کہ ہم پروفیسر صاحب کو بھلا نہیں پائیں گے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے نیز پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم

## کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

# تذکرہ

## بحر العلوم حضرت مولانا غلام نبی قاسمی کشمیری

✍ : رضوان احمدندوی

پیش نظر کتاب ’’تذکرہ بحر العلوم حضرت مولانا غلام نبی قاسمی کشمیری، سابق استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند کی حیات وخدمات اور فضائل وکمالات سے متعلق لکھے گئے علماء وفضلاء کے متنوع قیمتی مضامین کا حسین گلدستہ ہے، جس کو مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی اور مولانا محمد سکندر قاسمی اساتذہ دار العلوم وقف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے، مولانا غلام نبی صاحب کشمیر کے ضلع پونچھ کے باشندہ تھے ۱۹۸۳ء میں دار العلوم وقف سے سند فضیلت حاصل کی اس کے بعد علی گڈھ یونیورسیٹی سے ایم اے عربی اور آگرہ یونیورسیٹی سے ایم اے اردو کیا، پھر کچھ دنوں پونچھ میں پڑھایا اور باضابطہ ۱۹۸۵ء میں دار العلوم وقف سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور تاحیات اس سے وابستہ رہے، گرچہ درمیان میں کچھ انقطاع بھی رہا، تاہم تین دہائیوں سے زائد مدت تک آپ دار العلوم وقف میں علم وعرفان کی شمع روشن کرتے رہے اور ایک کامیاب وبے مثال مدرس، ممتاز ادیب وانشاء پرداز، تجزیہ نگار اور شیریں بیاں خطیب ومقرر کی حیثیت سے اساتذہ وطلبہ نیز اطراف واکناف میں مشہور ومعروف ہوئے، ان سے تربیت پانے والے سیکڑوں طلبہ ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پر بہار قلم سے ۵/ کتابیں منظر عام پر آئیں، جن کی علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی ہوئی۔

مولانا ادھر چند سال سے موذی مرض میں مبتلا تھے، ممبئی اور دہلی کے اطبا کی نگرانی میں دوا وعلاج جاری تھا، مگر تقدیر، تدبیر پر غالب آکر رہی اور ۷/ نومبر ۲۰۱۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے، دعاء ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ مولانا کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے، افسوس ہے کہ دار العلوم وقف ایک مقبول اور ہر دل عزیز استاذ سے محروم ہوگیا، ان کی سیرت وکردار اور علم وفضل کے گہرے نقوش کوئی نسل تک پہونچانے کے لئے یہ کتاب مرتب کی گئی، اس مجموعہ میں ۹۱/ ممتاز اہل قلم اور اساتذہ وطلبہ کے تاثراتی مضاین شامل ہیں، اکثر مضامین مختصر اور بعض قدرے مفصل ہیں، ان نگارشات میں شگفتگی بھی ہے، متانت اور خوش مذاقی بھی، مجھے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا کو عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی، سنجیدگی وسادگی میں بے نظیر تھے، درس وتدریس اور تحریر وخطابت میں روانی وبرجستگی تھی، اس قدر متنوع صلاحیتیں کسی ایک شخصیت میں کم یکجا ہوتی ہیں، اس لحاظ سے مولانا کے حالات وکمالات کا یہ مرقع دلچسپ بھی ہے، اور لائق مطالعہ بھی۔

۴۰۸/ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۵/ منظوم مرثیے اور ۶/ تبرکات بھی شامل ہیں، کتاب ظاہری وباطنی حسن سے مالامال ہے، تاثراتی نوعیت کے مضامین میں تکرار ہونا قرین قیاس ہے، اس سے یہ کتاب بھی خالی نہیں ہے، البتہ اگر مضامین کی درجہ بندی کردی جاتی اور اس کو مختلف ابواب کے ذیل میں درج کیا جاتا تو اس سے حسن ترتیب میں اضافہ ہوجاتا، اکثر مضمون نگاروں نے مولانا کی نگارشات کی تحسین وستائش کی ہے اس میں اگر ان کی چند تحریروں اور مختصر مضامین کو بطور نمونہ عکس نقوش یا شذرات کے عنوان سے شامل کردیا جاتا تو کتاب کی افادیت واہمیت مزید بڑھ جاتی، تاہم جو کچھ ہے وہ ایک علمی دستاویز ہے، سیرت وشخصیت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب علم وفضل کے لئے اس میں بہت سے قیمتی جواہر پارے ہیں، انہیں اس کتاب سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے، کتاب دیوبند سہارن پور کے معروف کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ خواہشمند حضرات چار سو روپے بھیج کر وہاں سے منگوا سکتے ہیں۔ آخر میں دعاء ہے کہ اللہ مولانا کی تربت پر رحمت کی بارش فرمائے۔ آمین

# سیاہ فام امریکی کی موت یا سرمایہ دارانہ نظام کی موت

امریکہ میں ۲۶/مئی ۲۰۲۰ء کو ایک پولیس آفیسر کے ہاتھوں ایک سیاہ فام امریکی کی ہلاکت پر شدید ہنگامے پھوٹ پڑے جو امریکی سرحدوں سے باہر نکل کر برطانیہ فرانس اور جرمنی تک پہنچ گئے حالت یہ ہوگئی کہ اس کالے کے ''غم'' میں گورے فٹبالر بھی جرمنی میں ہونے والے کورونا کے بعد منعقدہ پہلے ٹورنامنٹ کے کالے گورے کھلاڑی بھی غم سے نڈھال ہوگئے۔ امریکی صدر نے اس ہنگامہ آرائی کا ذمے دار بائیں بازو کی ایک تنظیم انٹیفا کو قرار دے دیا اور اطلاعات کے مطابق اس پر پابندیاں بھی لگا دی گئیں کیا کوئی امریکی تنظیم وہ بھی غیر معروف اور بائیں بازو کی اتنی موثر مستحکم منظّم اور طاقتور ہوسکتی ہے کہ چند دنوں ہی میں پورے امریکا کی اینٹ سے اینٹ بجادے اور باہر نکل کر برطانیہ فرانس اور جرمنی کو ناکوں چنے چبوا دے ہماری رائے میں دنیا کے کسی بھی ملک میں بائیں بازو کی کوئی تنظیم خواہ کتنی ہی طاقتور ہو بااثر ہو وہ ملکی سرحدوں کو پار کرکے کوئی کام کر نہیں سکتی لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے کہ ایک کالے کے قتل پر اس قدر واویلا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ امریکا جو جرائم کی ماں مانا جاتا ہے نیویارک کے بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں عام آدمی کا داخلہ ممکن نہیں اور جہاں پولیس والا بھی اپنی کار کو اندر سے لاک کر کے گاڑی چلاتا ہے جہاں سیکڑوں قتل روز ہو جاتے ہیں لاکھوں انسان روڈ پر لوٹ لیے جاتے ہیں کوئی امریکی کسی دکان پر کھڑا ہو اور اس کو جیب سے 100 ڈالر کا نوٹ نکالنا ہو تو پہلے وہ آگے پیچھے دیکھ کر اطمینان کر لیتا ہے کہ یہاں کوئی کالا یا لٹیرا نہیں ہے پھر وہ 100 ڈالر کا نوٹ نکال کر دکاندار کو دیتا ہے ایسے جرائم زدہ ملک میں ایک کالے کی موت کیا وقعت رکھتی ہے۔ زندگی کی قیمت سب کی برابر ہے کالا ہو یا گورا امریکی ہو یا افریقی یہی تو اسلام نے انسانیت کو درس دیا ہے کہ دنیا میں امن چین اور سکون سے رہنا ہے تو اس بنیادی اصول کو اپنانا ہوگا ورنہ ہر ایک دوسری نسل کی تباہی کے درپے ہو جائے گا، اس طرح دنیا کے کسی بھی حصے میں امن قائم کرنا دیوانے کا خواب ہی ثابت ہوگا۔

بہر حال امریکا اور یورپ کے عوام کیا واقعی اس کالے کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ کچھ دنوں پہلے امریکی شہروں کے در و دیوار پر ایک جملہ دیکھنے میں آیا Corona is a virus … Capitalism is a Pandemic کورونا ایک وائرس ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام ایک وبا ہے۔ جو لوگ امریکا اور یورپ کے گن گاتے نہیں تھکتے ان کو اندازہ نہیں ہے کہ امریکی عوام کس کرب سے گزر رہے ہیں سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کی زندگی کو کس طرح جکڑ رکھا ہے بلکہ انسانوں کو کس بری طرح جکڑ رکھا ہے سرمایہ دارانہ نظام کے سرخیلوں کے پیش نظر ایک ہی نظریہ کارفرما نظر آتا ہے ''جو کام کرے گا وہی کھائے گا'' بنظر غائر تو اس جملے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی مگر اس کے دوررس منفی اثرات نے امریکا کے معاشرے میں خونی رشتوں اور ہر قسم کی تعلق داری کو ختم کر دیا ہے ہر ایک بھرے معاشرے میں خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور اپنے ہی لیے کمانے کی فکر میں سرگرداں نظر آتا ہے کیونکہ معیشت آزاد ہے اس لیے چند ساہوکاروں نے معیشت کو اپنے پنجوں میں جکڑ لیا ہے اور ان کا پیسہ اربوں اور کھربوں تک پہنچ گیا مگر ایک عام مزدور Fire and Hire کی زد میں ہے اور یہی تلوار ہے جو اس کے سر پر لٹکا دی گئی ہے انسان کا اپنا وجود خود اس پر ہی بھاری پڑ چکا ہے تو وہ اپنے والدین چھوٹے بہن بھائیوں قریبی رشتہ داروں ہمسایوں دوستوں کا کس طرح خیال رکھ سکتا ہے جبکہ ان ہی رشتوں اور تعلق داریوں سے کوئی معاشرہ جنم لیتا ہے اور ان کے درمیان قدرتی اور فطری رشتے مضبوط ہوں تو وہ معاشرے ہی امن کا گہوارہ ہوتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک غیر معروف تنظیم میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ پورے امریکا میں کورونا کے سخت ترین لاک ڈاؤن کو توڑ دے اور حکومتی احکامات کو اپنے قدموں تلے روند دے۔ دراصل ایک سیاہ فام کی موت نے لوگوں کے اندر ابلتے جذبات اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف سینوں میں جلتی ہوئی آگ اسی بہانے بھڑک اٹھی کیونکہ امریکا اور یورپی عوام سمجھ چکے ہیں کہ ان کو سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کی ہوس دولت کی چکی میں پیسا جا رہا ہے اور وہ دو ٹانگ کے جانور سمجھے جا رہے ہیں جو صرف ان دولت مندوں کے نزدیک دو ٹانگ کے جانور سے زیادہ کی حیثیت نہیں اسی لیے ان کو بھڑاس نکالنے کے لیے کسی Issue کی ضرورت تھی جو ان کو خود ایک حکومتی اہل کار نے فراہم کر دی۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ معاملہ اب رکنے والا نہیں چاہے کرفیو لگا دیا جائے لیکن سینوں میں بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنا کسی کے بس کی بات نہیں جب تک کہ عوام کو خاطر خواہ ریلیف فراہم نہیں کیا جا سکتا اس آگ پر جلتی کے تیل کا کام بل گیٹس کے مجرمانہ عزائم جواب دنیا کے سامنے آچکے ہیں اور امریکی اس معاملے میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں کہ وہ دنیا کی آبادی ایک تہائی کم کرنے کی سازش کر رہا ہے اور یہ کہ ہر انسان کی انفرادی زندگی کو چلتے پھرتے قید کرنے کے لیے جسم میں چپس لگانے کے لیے سرمایہ کاری کر رہا ہے اور اس طرح دنیا کا ہر انسان ان کی رینج میں ہوگا اور پوری دنیا کھلی جیل کا منظر پیش کرے گی۔ مگر افسوس ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے لوگ سڑکوں پر آگئے اور یہی تحریک ان سازشوں کی طرف بھی مڑ سکتی ہے جو سرمایہ دار ساہوکار انسانوں کو غلام بنانے کے لیے تیار کر رہے ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک عام سیاہ فام کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے عوام نے وہائٹ ہاؤس کا گھیراؤ کر لیا اور اطلاعات کے مطابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ جان بچانے کے لیے وہائٹ ہاؤس میں بنے ہوئے بنکر میں جا کر چھپ گئے اس بنکر کے بنانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے کیا امریکی دانشوروں پالیسی سازوں کو یقین تھا کہ ان کی پالیسیوں کے خلاف ایک نہ ایک روز چکی کے دو پاٹوں میں پسے ہوئے امریکی عوام ان پر حملہ آور ہو جائیں گے شاید اسی لیے کہتے ہیں کہ چور جاتے وقت اپنی جوتی ضرور چھوڑ جاتا ہے اور چوری سے پہلے نکلنے کا راستہ دیکھ لیتا ہے۔

امریکی عوام کس طرح ڈالر ڈالر جوڑ کے اپنے مستقبل کے لیے پیسہ اکھٹا کرتے ہیں کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں صرف جمع شدہ ڈالر ہی ان کا ساتھ دے سکتے ہیں یا پھر اولڈ ہاؤس ان کا مقدر ہوگا جہاں وہ جانوروں سے زیادہ بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے، امریکا کے اولڈ ہاؤسز میں مقیم بوڑھے زیادہ تر ذہنی مریض بن چکے ہیں کیونکہ ان کی اولاد اپنے نان نفقے کے چکر میں پڑی رہتی ہے وہ تو اپنی اولاد کو بھی بمشکل پال رہے ہوتے ہیں پھر بوڑھے ماں باپ کی طرف کیسے توجہ کر سکتے ہیں یہ ایک فطری امر ہے کہ اولاد چاہتی ہے کہ وہ والدین کے بڑھاپے میں ان کا ساتھ دے لیکن نظام کی ظالمانہ چکی میں ایسے پیس دیے جاتے ہیں کہ وہ کوئی نیک کام کرنے سے بھی قاصر رہتے ہیں امریکا میں ایک خاتون سے پوچھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ تم گھر میں بچوں کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت اور صحت و صفائی کا کام اپنی ذمے داری سمجھ کر کرو اور تمہارا شوہر باہر کام کر کے گھر کو چلانے کے لیے پیسہ کمائے اور سب مل کر ایک خاندان کے طور پر رہو تو کہنے لگی کیا اس دنیا میں ایسا کہیں ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ بیچارگی جو دو سو سال کے سرمایہ دارانہ نظام نے تخلیق کیا ہے کہ نسل در نسل ان کو بس یہی معلوم ہے کہ جو کھائے گا وہ کمائے گا نہ کوئی رشتہ نہ احساس ذمہ داری نہ گھر داری۔ اب امریکا میں تنگ آمد بجنگ آمد کی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور بات اب دور تک جائے گی۔ (اداریہ عوامی نیوز)

# چین اور ہندوستان کے درمیان فوجی جھڑپ

**شکیل شمسی**

ہندوستان اور چین کے درمیان سرحدی تنازعہ 58 سال پرانا ہے، یاد رہے کہ 1962ء میں ہندوستان پر چین نے حملہ کر کے ہندوستان کی سولہ ہزار اسکوائر کلومیٹرز مین پر قبضہ کر لیا تھا اس حملے کے وقت ہماری سرحد پر کل 12 ہزار ہندوستانی فوجی تعینات تھے جبکہ چین نے 80 ہزار کی بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ کر دیا تھا اس لیے چین نے بہت آسانی سے ہندوستان کی زمین پر قبضہ کر لیا تھا اس جنگ میں ہندوستان کے 1383 فوجی شہید ہوئے تھے جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اس جنگ میں لاپتہ ہونے والے ہندوستانی فوجیوں کی تعداد 1696 اور گرفتار ہونے والے سپاہیوں کی تعداد تین ہزار نو سو اڑسٹھ تھی چین کے کل سات سو 22 فوجی اس جنگ میں ہلاک ہوئے اور ایک ہزار کے آس پاس لاپتہ ہوئے تھے وہ جنگ ایک مہینے تک چلی اس کے بعد چین اور ہندوستان کے درمیان جنگ بندی ہوگئی مگر پانچ سال کے بعد 1967ء میں سکم کی طرف چینی افواج نے پیش قدمی کی تو پہلے ناتھولا میں پھر چھولا میں چین کی فوج کو اندرا گاندھی کی قیادت والے ہندوستان کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس تصادم میں ہندوستان کے 88 جوان شہید اور 163 زخمی ہوئے جبکہ چین کو 340 فوجیوں کی ہلاکت اور 450 کے زخمی ہونے کا صدمہ اٹھانا پڑا اس تصادم میں شکست کھانے کے بعد چینی افواج کو اپنے علاقے میں واپس جانا پڑا اس جنگ کے بعد ہندوستان اور چین کے درمیان کوئی ایسا ٹکراؤ نہیں ہوا کہ جس میں کسی کی جان جاتی یہاں تک کہ دونوں ملکوں کے درمیان یہ طے پایا کہ لائن آف ایکچول کنٹرول (حقیقی قبضے والی سرحد) پر تعینات کوئی فوجی ہتھیار لے کر نہیں چلے گا اسی لیے دونوں ملکوں کے درمیان ادھر کافی برسوں سے اچھے اور پرامن تعلقات چل رہے تھے- ہندستانی بازاروں میں چینی سامان بھرا ہوا تھا اور ہندستانی تاجر اور کاروباری چین کے مختلف شہروں میں آسانی سے آجا رہے تھے- مگر 2017 میں بھوٹان، ہندوستان اور چین کی سہ فریقی سرحدوں پر واقع ڈوکلام علاقہ میں چین کی افواج نے ایک سڑک بنانا شروع کر دیا جس پر ہندوستان نے سخت اعتراض کیا اور اپنی فوجیں اس علاقے میں تعینات کر دیں دونوں ملکوں کی فوجوں کے درمیان اس معاملہ پر کافی کشیدگی رہی، مگر جنگ نہیں ہوئی تقریبا ڈھائی مہینے تک دونوں ملکوں کی افواج کے درمیان تناتنی چلتی رہی اور آخر کار کی نئی سڑک کا کام روک دیا جس کے بعد دونوں ملکوں کی فوجیں ڈوکلام سے ہٹ گئیں ڈوکلام کے بعد سے یہ پہلا موقع ہے کہ پچھلے دو مہینے سے لداخ کی گلوان گھاٹی میں ہندستانی اور چینی فوج ایک دوسرے کے سامنے ہے اور دونوں کی درمیان مار پیٹ بھی ہوئی ہے

اس قضیہ کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان اپنی سرحد کے اندر ساڑھے تین ہزار کلومیٹر لمبی 61 سڑکیں بنا رہا ہے اور یہ سڑکیں چین کی شمالی سرحد تک پھیلے ارونا چل پردیش کے علاقوں، جموں و کشمیر، سکم، اترا کھنڈ اور ہماچل پردیش کو آپس میں جوڑیں گی، چین کی جانب سے ان سڑکوں کی تعمیر روکے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے، لیکن ہمیں لگتا ہے کہ یہ صرف بہانہ ہے چین کا اصل مقصد پورے خطے میں رعب جمانا ہے، بہرکیف ان سب باتوں کے درمیان آج یہ سنسنی خیز خبر آئی کہ گلوان گھاٹی میں ہندوستان اور چین کے درمیان جھڑپ ہوئی، اس میں ہندوستان کے ایک کرنل اور دو فوجی شہید ہوگئے اور چین کے بھی کچھ سپاہی مارے گئے، اس معاملے میں ہندوستان کا کہنا تھا کہ چین نے جارحانہ رویہ اختیار کیا جبکہ چین نے الزام لگایا کہ ہندوستانی فوجیوں نے اس کے علاقے میں گھس کر اس کے فوجیوں پر وار کیا۔ اس خبر کے آتے ہی ہمارے نیوز چینلوں پر فوج کے ریٹائرڈ افسروں اور جنگ کے ماہروں نے پورے ملک کو محاذ جنگ پر پہنچا دیا، نیوز چینلوں کے اینکروں نے تو کمال کر دیا انہوں نے شیخی بگھاڑنے کے چکر میں چین کے اس الزام کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستانی فوج نے چین کے علاقے میں گھس کر چینیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جبکہ ان کو ہندوستان کا جو موقف تھا اسی کو بتانا چاہیے تھا اور چین کے الزام کو غلط قرار دینا چاہیے تھا، مگر جب شیخی بگھارنے کو نیشنل ازم سمجھا جانے لگا تو بیچاروں کو صحیح غلط کی تمیز کون سکھائے،؟ مجھے تو نیوز چینلوں پر چل رہے مباحثوں میں شریک ہو رہے سابق فوجیوں کی عقل پر ترس آ رہا تھا کہ وہ اس بات کی وکالت کر رہے تھے کہ ہندوستان کو اس تصادم کا بہت سخت جواب دینا چاہیے۔ کچھ لوگ بار بار کہہ رہے تھے کہ ہندوستان اب 1962ء کا ہندوستان نہیں بلکہ 2020 کا ہندوستان ہے، اب ان کو کون سمجھائے کہ چین بھی 1967 والے چین نہیں ہے وہ دنیا کی دوسری بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے، اور ہندوستان کے ساتھ اگر خدانخواستہ جنگ ہوئی تو دونوں ملکوں کو بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا جنگ کے بینڈ بجانے کے بجائے معاملے کا پرامن حل نکالے جانے پر زور دینا چاہیے۔

# ہتھنی کی موت پر مگر مچھ کے آنسو

**عارف شجر**

بہیمانہ قتل، چاہے کسی کی بھی ہو قابل افسوس اور شرمناک ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، اس طرح کے وحشیانہ قتل کرنے والے کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہئے۔ ہمیں کیرالہ میں ہوئے ایک حاملہ ہتھنی کی موت پر افسوس ہے جس طرح سے انناس کے اندر پٹاخے رکھ کر اسے کھلایا گیا اور پھر اسکی تڑپ تڑپ کر موت ہوئی اس طرح کی وحشیانہ حرکت کرنے والے کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ جان سبھی کی ہے جینے کا حق سبھی کو ہے چاہے وہ جانور ہو یا پھر انسان لیکن افسوس تو تب ہوتا ہے جب اسے سیاسی رنگ دے دیا جاتا ہے اس کے خلاف مورچے کھول دئے جاتے ہیں اور سیاسی قائدین اور وزراء ایک ہتھنی کی موت پر مگر مچھ کے آنسو اس قدر بہاتے ہیں کہ جیسا انکا کوئی اپنا مرا ہو، شاید ان کے اپنے مرنے پر بھی اتنے آنسو سیاسی قائدین نہیں بہاتے۔ ایک طرف ایک ہتھنی کی موت اور دوسری طرف سیکڑوں انسانوں کی موت، ان دونوں طرح کی موت میں فرق بس اتنا رہا کہ ایک کے لئے آنسو کے دریے بہا دئے گئے اور دوسرے کے لئے افسوس کا اظہار تک نہیں کیا گیا، بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی گئی، چاہے وہ موب لینچنگ ہو، 1992 کے دنگے ہوں، 2002 گجرات کا منصوبہ بند فساد ہو یا پھر 2020 کے دہلی دنگے ہوں، ان منصوبہ بند فسادات میں کئی بے قصوروں اور معصوموں کی جان گئی، کئی کے مانگ اجڑ گئے، کئی کی گود سونی ہوگئی، کئی بچے اپنے والدین سے بچھڑ گئے، کئی نابالغ بچیوں اور نوجوان خاتون کی سرراہ عصمت لوٹی گئی اور اسکے پوشیدہ عضو کو کاٹ ڈالا گیا اور کئی حاملہ خاتون کے پیٹ تلوار سے چیر کر اسکے بچے کو تلور کی نوک پر لہرایا گیا، اس وقت تو کسی بھی سیاست دانوں کے آنکھوں میں آنسو نہیں آئے تھے، اس وقت تو کئی سیاسی قائدین خوش ہو کر نیوز چینلوں میں آ کر اپنا چہرہ چمکا رہے تھے، کیا اس وقت ان کی آنکھیں خشک ہوگئی تھی، کیا بے قصوروں کے بہیمانہ قتل کا انہیں ذرا بھی افسوس اور احساس نہیں تھا ویسے تو فسادیوں نے جب جب اپنے ملک میں فساد ہوئے بے قصوروں کو دردناک موتیں دیں، انکے گلے میں جلتے ہوئے ٹائر جلا کر بے رحمی سے مار ڈالا، کئی معصوم بچوں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال کر بھون ڈالا گیا، ہر موت دردناک تھی لیکن اس سے بھی بڑی دردناک اور سخت سے سخت انسان کے دلوں کو ہلا دینے والی موت گجرات فسادات میں ہوئی تھی جسے سن کر ہی لوگ سہم جاتے ہیں۔

گجرات کے 2002 فساد میں جس طرح سے یک طرفہ موت کا تانڈو کھیلا گیا وہ ابھی تک لوگوں کے نظروں کے سامنے ہے۔ گجرات کا ایک خونخوار قاتل بابو بجرنگی یاد ہے جسکا تعلق آر ایس ایس اور بجرنگ دل سے تھا جس نے اسٹینگ آپریشن کے دوران قبول کیا تھا، اس نے گجرات دنگوں میں ایک حاملہ مسلم خاتون کے پیٹ میں کس طرح تلوار ڈال کر بچے کو تلور کی نوک پر ٹانگ لیا تھا، اس طرح کی وحشیانہ کاروائی کو انجام دینے والے کی سرپرستی ہو رہی تھی اور اس مسلم خاتون کے ساتھ جو دردناک واقعہ ہوا اس کے حق میں کسی کے بھی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلے وہ بھی تو ایک حاملہ خاتون تھی وہ تو انسان تھی وہ زیادہ رحم کے قابل تھی لیکن رحم تو دور اس مظلومہ کے سلسلے میں ہمدردی کے دو بول بھی نہیں بولے گئے۔ اس بابو بجرنگی کے چاہنے والے یعنی مرید ایک ہتھنی کے لئے آنسو بہائیں گے تو یقیناً آنسو فرضی لگیں گے اور دکھ بھی ہوگا محض ایک ہتھنی کی موت پر چپراسی سے لے کر وزراء تک آنسو بہائیں اور پھر اسے سیاست کا رنگ دیں کہیں سے بھی معقول نہیں لگتا ہے۔ مجھے کہہ لینے دیجئے کہ اس لاک ڈاؤن کے دوران سڑکوں پر بے یارو مددگار لاکھوں غریب مزدوروں کا سیلاب امڈ پڑا تھا اور جس طرح سے انکی ٹرین سے کٹ کر اور ایکسیڈنٹ سے موت ہو رہی تھی اس دردناک منظر پر تو کسی کے آنسو نہیں بہے بلکہ سبھی وزراء چاہے وہ بی جے پی کے ہوں یا پھر غیر بی جے پی کے، سبھی اپنے اپنے دامن جھاڑتے ہوئے دکھائی دئے مزدوروں کی موت پر انکے اہل خانہ کے آنسو پونچھنے کے بجائے ایک دوسرے پر الزام عائد کر کے سیاست کرتے ہوئے دیکھے گئے کسی نے انکی موت پر افسوس کا اظہار نہیں کیا بلکہ مزدوروں کو ہی قصوروار ٹھہرایا گیا نہ تو انہیں کوئی سہولت دی گئی اور نہ ہی انکے آنسو پونچھے گئے بس انکی موت پر سیاست چمکائی گئی اور بدستور سیاست چمکائی جا رہی ہے۔ تعجب تو اس بات کی ہے کہ انسانوں کی موت پر کسی بھی چپراسی اور وزراء کے آنسو نہیں بہتے۔ کسی کے دل میں درد نہیں ہوتا، کوئی قصورواروں کے خلاف مورچہ نہیں کھولتا لیکن ایک ہتھنی کی موت پر پورے دیش کے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، سبھی کے دلوں میں رحم دلی کا جذبہ اچانک امڈ پڑتا ہے، اور پھر اسکے خلاف مورچہ کھول دیا جاتا ہے، حیرت تو تب ہوتی ہے جب گودی میڈیا اس مہم میں کود پڑتی ہے اور انسانوں کی موت سے بڑھ کر ایک ہتھنی کی موت کو عالمی غم قرار دیتی ہے، اور قصوروار کو گرفتار کرنے کی بات کہتی ہے۔ بے شک ایک انسان کی جان لینے والا بھی اتنا ہی ذمہ دار ہے جتنا بے زبان جانور کی جان لینے والا، جان کسی کی بھی ہو اسے مارنے والے کو بخشا نہیں جانا چاہئے لیکن تعجب تو اس بات کی ہے کہ ایک ہتھنی کی موت کے ذمہ دار کی گرفتاری آناً فاناً میں ہو جاتی ہے لیکن افسوس انسانوں کا قتل کرنے والا اور اسکی سازش رچنے والے کی گرفتاری کے لئے پولیس کو جوتے گھسنے پڑتے ہیں یا پھر ایک طرح سے یہ کہا جائے کہ انسانوں کے قاتل کو اپنی سہولت کے حساب سے پولیس گرفتار کرتی ہے یا پھر اوپر سے حکم صادر کے بعد ہی اسکی گرفتاری ہوتی ہے جسکی تازہ مثال دہلی فساد کی ہے جہاں فساد کی سازش رچنے والے اور بھڑکاؤ بھاشن دینے والے کھلے طور سے گھوم رہے ہیں لیکن اسکی گرفتاری ابھی تک نہیں ہوئی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے سر پر مضبوط ہاتھ ہے۔

بہرحال! کیرل کی ہتھنی کی موت کا سب کو افسوس ہے ویسے تو کئی ریاست میں ہاتھیوں کو مار بھی دیا جاتا ہے اسکے پیچھے راز یہ ہے کہ ہاتھیوں کا جھنڈ فصلوں کو برباد کر دیتے ہیں جس کے سبب کسانوں کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اپنے فصلوں کو بچانے کے لئے انہیں مارنا بھی پڑتا ہے لیکن کیرل کی ہتھنی کی موت کو لے کر جس طرح سے آنسو بہائے جا رہے ہیں اور سیاست کی جا رہی ہے وہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ کہا یہ جا رہا ہے کہ انناس میں پٹاخے ڈال کر جنگلی سووروں کو کھلانے کے لئے رکھا گیا تھا اس میں کسی کی منشا نہیں تھی کہ وہ ہتھنی کو مارے اچانک وہاں ہتھنی آ گئی اور وہ اس انناس کو کھا گئی جس سے اس کے منہ میں پٹاخے پھوٹ گئے اور اسکی موت ہوگئی اس میں یہ منشاء شاید نہیں ہوگی کہ ہتھنی کو مارا جائے لیکن اسے خواہ مخواہ کا ہنگامہ کھڑا کر کے اسے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے جس میں بی جے پی کے وزراء پیش پیش ہیں، کیرل میں بی جے پی کی حکومت نہیں ہے اور وہ اسی کو مدعا بنانا چاہتی ہے، جس میں فی الحال اسے ناکامی ملی ہے۔

# مودی حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی

**عبیداللہ ناصر**

ہندستان اسٹریٹجک اور ڈپلومیٹک طور سے آزادی کے بعد سے اب تک عالمی برادری خاص کر اپنے پڑوسیوں کے درمیان اتنا الگ تھلگ اور اتنا گھرا ہوا کبھی نہیں رہا جس نہج پر مودی جی نے اسے پہنچا دیا ہے، حالت یہ ہوگئی ہے کہ نیپال جیسے ملک نے بھی نہ صرف ہمیں آنکھ دکھانا شروع کر دیا ہے بلکہ سرحد پر فائرنگ کر کے ہمارے لوگوں کو زخمی اور ایک کو ہلاک کر دیا ادھر نیپالی پارلیمنٹ نے ہندستان کے تین علاقوں؛ کالا پانی، لپو لیکھ اور لمپیا دھرا کو اپنے ملک میں شامل کرنے کی قرارداد منظور کر کے ہندستان کی علاقائی سالمیت کو کھلا چیلنج دیا ہے۔

نیپال اور چین کے درمیان بڑھتی نزدیکیاں ہندستان کے اسٹریٹجک مفاد میں نہیں ہیں، لیکن نیپال کو لے کر مودی حکومت کا رویہ مخلصانہ کم اور حاکمانہ زیادہ رہا ہے، حالانکہ شہنشاہیت کے زمانہ میں نیپال خود کو ایک ہندو ملک کہتا تھا لیکن وہاں آر ایس ایس برانڈ ہندوتو کو کبھی پنپنے نہیں دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس وہاں اپنی کوئی شاخ کبھی قائم نہیں کر سکا، لیکن شہنشاہیت کے خاتمہ اور ملک میں آئینی جمہوریت قائم ہونے کے بعد نیپال ہندستان کی طرح ہی ایک سوشلسٹ سیکولر ملک بن گیا اور وہ اپنے اس آئین پر سختی سے قائم ہے۔ ملک میں شہنشاہیت کے خاتمہ اور آئینی جمہوریت کے قیام میں وہاں کی کمیونسٹ پارٹی نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا اس لئے کمیونسٹ وہاں ایک بڑی سیاسی قوت ہیں جنکا فطری جھکاؤ چین کی طرف رہا ہے لیکن اپنے ملک کی ضروریات خاص کر اشیائے ضروری کی سپلائی کے لئے نیپال کا ہندستان پر زبردست انحصار رہا ہے اس لئے اس نے ہندستان سے اپنا خصوصی رشتہ برقرار رکھا لیکن ۲۰۱۵ء میں مدھیسی مسئلہ کو لے کر کچھ ایسے حالات بنے کہ ہندستان نے نیپال جانے والی سپلائی روک دی، یہ ''معاشی بلاکیڈ'' ایک نہایت ہی غیر دانشمندانہ اور تنگ نظری والا فیصلہ تھا لیکن ۵۶؍انچ کی چھاتی کے چکر میں نیپالی عوام کو مہینوں تک رسوئی گیس سمیت اشیائے ضروری سے محروم رکھ کر ہند نیپال تعلقات میں ایک مستقل دراڑ پیدا کر دی گئی۔ ادھر نیپال میں جب تباہ کن زلزلہ آیا تو مودی جی نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیپال کی بھرپور مدد کی لیکن جیسا کہ ہندستان میں نیا سیاسی اور صحافتی کلچر پیدا ہو چکا تھا یہ امداد اور مودی جی کا مہیما منڈن کچھ اس انداز میں کیا گیا اور ہندستانی میڈیا خاص کر ٹیلی ویژن پر وہ طوفان بدتمیزی مچایا گیا کہ نیپال کو بیچ میں ہی ہندستان سے کہنا پڑا کہ اسے اب مزید امداد نہیں چاہئے، چین نے اس صورتحال کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ تبت کو کاٹھمنڈو سے جوڑنے والی سڑک کی تعمیر کے بعد نیپال کی ہندستان پر اشیائے ضروری کی سپلائی کے لئے انحصار کم ہو گیا اور اب جو کچھ ہے وہ سامنے ہے۔ فی الحال تو نیپال نے ہندستانی علاقہ پر قبضہ ہی ظاہر کر کے اسے اپنے ملک میں قانونی حیثیت بھی دے دی ہے، آگے کیا ہوگا کچھ نہیں کہا جا سکتا - بیشک نیپال فوجی طاقت کے معاملہ میں ہندستان کے سامنے کہیں کھڑا نہیں ہوتا لیکن اس کے پس پشت چین اور چین کی توسیع پسندانہ پالیسی ہے اس لئے اس اسٹریٹجک خطرہ کو ہندستان نظرانداز نہیں کر سکتا۔ یہ ہندستانی ڈپلومیسی کا زبردست امتحان ہے۔

اس سے قبل چین نے بھی ہندستان سے ملحق اپنی سرحد جسے حقیقی قبضہ لائن کہا جاتا ہے پر اپنا دعویٰ کر دیا، کیونکہ دونوں ملکوں کے درمیان مستقل سرحد ابھی طے نہیں ہو پائی ہے، صرف حقیقی قبضہ لائن کا ہی تعین ہو پایا ہے جس کو لے کر دونوں ملکوں کے درمیان کبھی نرم کبھی گرم تعلقات چلتے رہے ہیں لیکن ۱۹۶۲ء میں باقاعدہ جنگ ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں اندرا گاندھی کے دور حکومت میں ہندستانی فوج نے چین کو منہ توڑ جواب دیا تھا، تب سے ہند چین تعلقات میں تعطل برقرار رہا لیکن آنجہانی راجیو گاندھی نے اس برف کو توڑنے کی کوشش کرنے کے لئے چین کا دورہ کیا، اس دورے کے کافی اچھے نتائج سامنے آئے، جس میں ایک یہ معاہدہ بھی تھا کہ دونوں ملک سرحدی تنازعہ حل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال نہیں کریں گے اور حقیقی قبضہ لائن پر پیدا ہونے والے کسی بھی تنازعہ کو گفتگو کے ذریعہ حل کریں گے، دوسری بات یہ کہ سرحدی تنازعہ کو ایک طرف رکھتے ہوئے دونوں ملک باہمی تجارت اور دیگر امور میں اپنے تعلقات کو فروغ دیتے رہیں گے۔

لیکن چین اپنی عادت کے مطابق اپنی توسیع پسندانہ پالیسی کو آگے بڑھاتا رہا پاکستان کو ساتھ لے کر وہ ہندستان کی گردن کے اردگرد اپنا حلقہ تنگ کرتا رہا۔ پاکستان نے ہندستان کا زبردستی قبضہ کیا ہوا کافی بڑا علاقہ چین کو لیز یا تحفہ میں دے رکھا ہے اور اس نے قراقرم شاہراہ تعمیر کر کے سنٹرل ایشیا تک اپنی پہنچ بنا لی ہے، اب نیپال کیلئے تبت کاٹھمنڈو شاہراہ بن جانے سے اس نے ہندستان کے لئے ایک اسٹریٹجک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ اس کی اس کوشش کے جواب میں ہندستان نے بھی سرحد پر ایسی سڑک کی تعمیر شروع کر دی ہے، جسکے مکمل ہونے کے بعد ہندستان کو قراقرم شاہراہ پر چین کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے میں مدد ملے گی۔ اب نیا کھیل چین نے یہ شروع کیا ہے کہ وہ تبت میں کافی اندر تک ہندستانی علاقہ میں گھس آیا ہے، سبکدوش میجر اجے شکلا نے دعوی کیا ہے کہ چین ہندستانی علاقہ میں کئی کلومیٹر اندر تک گھس آیا ہے، حکومت ہند نے ابھی تک صحیح صورت حال سے نہ تو عوام کو آگاہ کیا ہے نہ ہی پارلیمنٹ کو۔ اس کے برخلاف اپنی شاطرانہ چالوں کو چلتے ہوئے پورے معاملہ کو الجھا دیا ہے، ٹی وی مباحثوں میں سبکدوش فوجی افسروں کو بھیج کر وہ اس سنگین مسلہ پر مسلسل کنفیوژن پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن جنرل جوشی جنرل پنانگ اور کچھ دوسرے افسران میجر اجے شکلا کے دعویٰ کو درست قرار دے رہے ہیں، ادھر چین نے دعوی کیا ہے کہ دونوں ملکوں کے اعلی فوجی افسران کی میٹنگ کے بعد اس نے اپنے فوجیوں کو ڈھائی کلومیٹر پیچھے بلا لیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ چینی فوجی ہندستانی علاقوں میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں چینی رہنما ماؤزی تنگ کے اس قول کو یاد کرنا معاملہ کو سمجھنے میں آسانی کرے گا، ان کا کہنا تھا کہ دشمن کے علاقہ میں دس کلومیٹر تک گھس جاؤ، اسکے بعد جب عالمی دباؤ پڑے تو گفتگو کا سلسلہ شروع کرو اور دو کلومیٹر پیچھے ہٹ جاؤ، دنیا تمہیں امن پسند بھی کہے گی اور تم آٹھ کلومیٹر کے فائدہ میں رہو گے، چین میں ماؤزی تنگ کے بعد بہت کچھ بدل گیا ہے، لیکن توسیع پسندی اور ان کے اس مقولہ پر عمل کا سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔ پاکستان تو خیر ہندستان کا ازلی دیرینہ دشمن ہے ہی لیکن جواہر لال نہرو سے لے کر اٹل بہاری باجپائی اور ڈاکٹر منموہن سنگھ تک کسی نے کبھی پاکستان سے تعلقات کو ہندستان کی سیاست خاص کر الیکشن میں کامیابی کے لئے نہیں استعمال کیا۔ (بقیہ صفحہ ۸؍پر)

# مابعد کورونا: تبدیل ہوتی سماجی صورت حال

صفی اختر نئی دھلی

سماج کی تشکیل افراد سے ہوتی ہے، ایک انسان کا دوسرے انسان سے ایک رشتہ ہوتا ہے، جسے ہم باہم ایک دوسرے سے مربوط دیکھتے ہیں۔ جب یہ سماج رشتوں پر مبنی تعلقات کو ختم یا مسترد کردیتا ہے تو وہ سماج اپنی روح اور جان گنوا بیٹھتا ہے۔ سماجی نظام کا وجود سماج میں رہنے والے لوگوں کے افکار وخیالات سے ہی ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے انسان کی جسمانی تخلیق کے ساتھ اس کے اندر کچھ اہم فطری صلاحیتیں (Innate Qualities) ودیعت کی ہیں، جو کسی مہذب معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے۔ اُنس ومحبت، الفت، ہمدردی، دردمندی (Compassion) اور دیگر خصوصیات سے انسان کو آراستہ کیا گیا ہے تاکہ وہ انسانوں کے لیے باعث رحمت سمجھا جائے۔ جب ان خصوصیات سے اُسے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو وہ خدمت خلق کو اپنا فریضہ اور نصب العین بنا لیتا ہے۔ موجودہ حالات میں جس طرح سے سماجی دوری (Social Distancing) کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے وہ بھی کسی وبا سے کم نہیں۔ وبائی امراض سے بچنے کے لیے جسمانی دوری (Physical Distancing) اختیار کرنے کے احکامات جاری کیے جاسکتے تھے، لیکن ایسا ہوا نہیں۔ کیا حکومت، کیا عوام، ہر کوئی سماجی دوری کی وکالت کر رہا ہے، کیا سماجی دوری کا نام دے کر انسانی سماج کو پردۂ خفا میں کوئی اور پیغام دینے کی کوشش کی جارہی ہے؟ مذہبِ انسانیت کی اساس پر کم سے کم ایک انسان کا دوسرے انسان سے رشتہ نہیں ہونا چاہیے؟ وہ بھی ایسے دور میں جہاں تالہ بندی (Lockdown) کی وجہ سے معیشت تباہ وبرباد ہوچکی ہے۔ غربت وافلاس اپنے نئے اور خوفناک چہرے کے ساتھ منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ غریبی اور پسماندگی نے لوگوں کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ عوام بے انتہا تکالیف اور مصیبت میں جی رہے ہیں اور نہ جانے خدا نہی وجوہات سے سماجی سطح پر کس قدر بڑے نقصانات اور نتائج سامنے آکر کھڑے ہوں گے، اس کا فی الحال اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

سماجی دوری کلچرل ڈائیلاگ کو بھی اپنے ساتھ ختم کردے گی، آج Artificial Intelligence نے لوگوں کی ضرورتوں کو لگ بھگ ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ آنے والے دور میں Artificial Intelligence (AI) جب لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھے گی تو عام لوگ جنھیں دو وقت کی روٹی مینوئل ورک کے ذریعہ میسر ہو جاتی ہے، آخر وہ کہاں سے اپنے لیے اور اپنے خاندان کی ضرورتوں کے لیے کسبِ معاش کریں گے؟ ایسے نازک دور میں انسانیت کو انسانیت نوازی اور جذبۂ ہمدردی کی سخت ترین ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے دکھ درد کو بانٹا جاسکے اور سماجی شیرازے کو بکھرنے سے بچایا جا سکے۔ ایسے وقت میں ہمیں سماجی دوری قطعاً اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ بحیثیت ''خیرِ امت'' ہماری دینی ومذہبی ذمہ داری ہے کہ ہم دنیا کے سامنے ایسا ماڈل پیش کریں جو ہمارے آقائے نامدار، ہادیٔ اعظم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انسانی دنیا کو 1436 سال قبل دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا تاریخی خطبہ موجودہ حالات کے پیش نظر وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ کورونا (Corona) وبا ہے اور یہ ایک میڈیکل ایشو ہے، عین ممکن ہے کہ یہ فطرت کا ایک چیلنج ہو کہ آؤ اور اپنے اندر کی آدمیت کو باہر نکالو، یعنی بہت ہو گیا!! فطری طور پر طبیعیاتی علوم کا اپنے Controlled Order سے یہ امید لگانا عبث ہے کہ وہ انسانی بنیاد پر کچھ پیش بھی کرے۔ جس تیزی کے ساتھ دورانِ کورونا سیاسی واقعات وقوع پذیر ہوئے اس سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ ''پسِ کورونا'' کچھ اور ہے اور ''پیشِ کورونا'' کچھ اور۔ ابھی تک بظاہر معاصر سائنسی دنیا گویا اس اہم سانحے کے سامنے طفلِ مکتب نظر آرہی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر سائنسی علوم کی نارسائی نے مزید انسانوں کو مقید ومقفل کرنے کے راستے وا کر دیئے ہیں۔ مغرب کی بات یہ ہے کہ جہاں سے کورونا کی Mathematical modulation ہوگئی ہے، جس نے علمی جواز فراہم کر کے پوری دنیا کو مقفل کیا ہے، خود اس کے سربراہ، پروفیسر فرگیوسن، لاک ڈاؤن کی دھجیاں اُڑاتے پکڑے گئے ع

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطّار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

کورونا میں لاک ڈاؤن کبھی ممکن ہو ہی نہیں سکتا تھا، جب تک کہ میڈیا اپنی قوت کو بروئے کار نہ لاتا۔ اس نے جس طرح دہشت کی تجارت کی، اور اسے Universalize کیا، گویا آدمی کو اب انسان ہونا میسر نہ ہو، میڈیا کی طاقت کے خوف کی تجارت نے انسان کی فطری خشیت کا بیڑا غرق کردیا ہے۔ اس کورونا کے نام پر خوف اور خوف کی تجارت نے عالمی قوتوں کو گویا ''Police State'' بنانے کا جواز فراہم کردیا ہے۔ اس سے پہلے طاقت اپنے آئینی پنجے گاڑنے کے لیے جن Justification کا طالب تھا، اب کورونا نے وہ سارے جواز طاقت کے سرچشموں کے سامنے پیش کردیئے ہیں۔ یہ سب کچھ سازشی نظریات سے ماورا ایک واقعات کی کڑی (Chain) ہے جو اب مابعد کورونا ابن آدم کے لیے انسان بننے کے جو Remnants تھے وہ راستے بھی معدوم ہوچکے ہیں۔ دنیا آگے Multipolar ہو یا نہ ہو، لیکن اب انسان اپنی فکری وعلمی Polarity سے دُور ایک ہیبت زدہ Biological Organism ہو چکا ہے۔ کورونا نے ایک خاص قسم کی طفلانہ مذہبیت کا عروج بھی دیکھا ہے، جس میں بظاہر مغرب کی علمی انا ہے۔

دولت کا ارتکاز اور طاقت جب اصول بن جائے تو ظلم وجبر اپنے مختلف Manifestations کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ کوئی معاشرہ کفر کے ساتھ تو شاید رہ سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ وہ باقی نہیں رہتا۔ جب لوگوں کے پاس بچا کھچا سرمایہ بھی چھین لیا جائے گا تو ناانصافی اپنے عروج پر پہنچے گی، جسے سرمایہ دار طبقات (Capitalists Class) اپنی کامیابی وکامرانی کو بزنس ویژن کا نام دے کر اپنے ڈرائنگ روم میں جشن مسرت منائیں گے۔ اسلام میں اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ تقسیم ہو اور گردش میں رہے۔

ظلم کی سب سے بدترین قسم یہ ہے کہ لوگوں کے جائز حقوق کو سلب کرلیا جائے۔ ہندوستانی آئین کی دفعہ 39/ کے تحت حکومت کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی ہے کہ وہ دولت کے استحصال کو روکنے کی کوشش کرے گی اور معاشی نابرابری کو ختم کیا جائے گا، لیکن حالیہ دنوں کے فیصلوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نہ صرف عدمِ مساوات کو بڑھاوا دیا گیا ہے بلکہ لوگوں کو اپنی موت آپ مرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔

سوشیالوجسٹ کے نظریہ سے اگر ہم موجودہ وقت کے اُتھل پُتھل پر غور کریں گے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قومیت کے تصور کو بدلنے کی کوشش ہوسکتی ہے۔ مختلف النوع سماج (Multiethnic Societies) جہاں ہر طرح کے ماننے والے لوگوں کے رہنے کی گنجائش ہوگی، سچ تو یہ ہے کہ Cultural Diversity، Societal Cohesion اور National Unity کو فروغ دینے اور لوگوں کو دعوت دینے کے لیے یہ نظام بنایا گیا ہے، بظاہر وہ دلفریب معلوم ہوتے ہیں، مگر تلخ حقیقت یہ ہے کہ Multiculturalism کے نام پر لوگوں کے اپنے تشخص کو ختم کرنے کی عیارانہ کوشش کی جارہی ہے۔ بغیر کسی آئیڈنٹیٹی کے کوئی قوم رہ نہیں سکتی۔ قوم کی حیات وموت اس کی انفرادیت (Distinctiveness) میں پوشیدہ ہے۔ اگر قوم منفرد نظریہ پیش نہیں کرے گی تو کیسے اس دنیا میں رہنے والے لوگوں کو متبادل اقدار (Alternative Values) سے متعارف ہونے کا موقع ملے گا۔ اس بھاگ دوڑ کی زندگی میں شخصی انفرادیت کا جو بحران (Crisis) ہے، وہ عیاں ہے۔ مغرب ہر زمانے میں اس پریشانی میں مبتلا رہا ہے، لیکن اس Artificial Intelligence کے دور میں وہ بحران نہ صرف شخصی رہا ہے بلکہ اس نے پورے انسانی سماج کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ مادیت (Materialism) کے ضمن میں Pluralism تو اپنے مختلف Cultural Variants کے ساتھ اپنی ضرورتیں تو شاید پوری کرسکتا ہے، لیکن سماجی زندگی میں فرد کی اصل (Individuality) کے ساتھ کھلواڑ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ٹکنالوجی نے جس طرح ہماری زندگی میں اپنی پیٹھ مضبوط کی ہے، اس نے سب سے بڑا خطرہ تو انسان کے انسان ہونے پر ہی سوالیہ نشان کھڑا کردیا ہے۔

ٹکنالوجی کی وساطت سے اطلاعات کا جو سیلاب (Flood of Information) ہمیں مہیا ہو رہا ہے، اس پر بھی ہمیں سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ موجودہ جدید آرڈر اچانک ہی نہیں اُبل پڑا بلکہ جس بطن سے پیدا ہوا ہے وہ اپنی خمیر میں عناصر چنگیزی شامل کر چکا تھا۔ کورونا کے پیچھے جو مقاصد کارفرما ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ انسانوں کو Digitally Connect کیا جائے، یعنی انسان کا آپسی تعلق محض ایک Digital Relation تک ہی محدود رہے، جو آئی ٹی انڈسٹری کافی طویل عرصے سے چاہ رہی تھی، حالیہ کورونا نے ایک طرح کا Catalyst فراہم کردیا ہے کہ اب خود ہماری جانب سے بھی Rapid Digitalisation کا مطالبہ ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ ذہن نشیں کر لینا چاہیے کہ انسان ایک اخلاقی وجود ہے، اس کی ہیئت میں یہ چیز شامل کردی گئی ہے کہ وہ اپنی فطرت کے ساتھ متعلق رہے، لیکن جب انسان بظاہر (Virtually) کسی کے ساتھ رابطے میں ہوتا ہے تو وہ بھی اپنی فطری بناوٹ سے دُور ایک خاص قسم کی مصنوعیت کا شکار رہتا ہے۔ بظاہر محسوس تو یہ ہوتا ہے کہ Digital Object کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں، لیکن ڈیجیٹل ورلڈ خاص طور پر Silicon Valley کی چنگیزیت کا اگر ہم میں سے کسی کو ادراک ہو جائے تو موبائل استعمال کرنا اپنے اوپر حرام کرلے۔ نئے نئے Apps آرہے ہیں اور بتدریج لوگ ہر آن اپنی سرگرمیوں سے اپنی نجی زندگی کا از خود پتہ دے رہے ہیں۔

انسان مشینی وجود نہیں ہے، لہٰذا، اسے چاہیے کہ عقل کو عقل کی طرح استعمال میں لائے، نہ کہ Artificial Intelligence کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔ Digital Setup ہمارا پورا ذہنی خاکہ/ مواد، Digitally Constructed Mind میں متشکل کردیتا ہے۔ ہمیں ممکن ہے کہ معلومات کا ذخیرہ ایک Fingertip پر فراہم کردیا گیا ہو، لیکن بحیثیت مسلمان جس علم کی تحصیل ہم پر فرض کی گئی ہے، کیا اس کا حصول اس نظام سے کیا جاسکتا ہے؟۔ کیا اس چکاچوند نے ہمیں اپنے بارے میں اور اپنے افرادِ خاندان اور کمیونٹی کے بارے میں سوچنے کا وقت دیا ہے؟ اپنی بچیوں، اپنے گھر والوں، اپنے خاندان یا قوم وملت کے تعلق سے ہمیں کوئی خیال ذہن کے کسی گوشے میں رہتا بھی ہے یا نہیں؟ یہ دلیل پیش کی جائے کہ ٹکنالوجی محض ایک ذریعہ ہے جس سے ہم اپنی قوم وملت کی فکر کے ساتھ خدمت بھی کر سکتے ہیں تو یہ بات کسی حد تک درست ہوسکتی ہے، بشرطیکہ آپ خود Content Creator ہوں اور کسی بیانیہ (Narrative) سے متاثر نہ ہوئے ہوں۔ ہمیں ٹکنالوجی کے Technical Intricacies پر بھی غور کرنا چاہیے، تاکہ ہمیں یہ اندازہ ہو کہ ہم محض صارف (Consumer) نہیں بلکہ Provider بھی ہیں۔ آج سے ایک صدی قبل ایک معروف سوشیالوجسٹ نے لکھا تھا کہ:

''Human beings do not generally respond to circumstances or events in a mechanical or predetermined manner. Rather, their actions are often guided and shaped by choice.''

اس سوشیالوجسٹ نے یہ بھی کہا کہ پہلے Technical Penetration اتنا نہیں تھا، جتنا آج ہے۔ آج تو ہر سانس پر مشین آپ کے سامنے ہے اور آپ کی رہنمائی کے لیے تیار ہے۔ بہرکیف، ہمیں نہایت سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم کس طرح اپنی زندگی کی ضرورتوں اور سماجی تعلقات اور رابطے کی کڑی میں بحیثیت مسلمان، توازن (Balance) برقرار رکھیں گے۔

کچھ سلور لائننگ بھی اس وبا سے نظر آتی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً کورونا نے وحدتِ انسانی کا ایک احساس پوری نوع انسانی کو دیا ہے۔ حالانکہ اس کا فطری ادراک ہوا تو ہے، لیکن بہت دیر سے ہوا ہے۔ ایک خاص قسم کی مکاشفانہ اور معجزانہ مذہبیت کا خاتمہ بھی ہوگا۔ گویا اب توہمات کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔ اب انسان چاہے تو آدمیت کے ماحول میں جی سکتا ہے۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی تکلیفوں کا بھی احساس ہوگا۔ مسلم قومیت، ایک عالمگیر انسانی معاشرہ کا Saviour بننا چاہے تو ایک بہترین موقع پاسکتی ہے۔ جس طرح مزدوروں کی ہیبت ناک ہجرت کی تصویریں آئی ہیں، اس نے صدی پہلے کی نوآبادیاتی بندھوا مزدوروں کی یاد دلا دی ہے، جس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ سرمایہ دارانہ عفریت کے خلاف ایک عالمگیر نفرت کی فضا پروان چڑھنے کا امکان ہوگا۔ مسلم اذہان کی Parasitic Tendency کا خاتمہ بھی عین ممکن ہے۔ Post Modernism کے طفیلچی کا بھی خاتمہ چاہا جائے تو ممکن ہے۔ اس سے آگے ہم چاہیں تو اخلاقی اور عملی برتری Establish کر سکتے ہیں۔ حاکم ومحکوم کی دنیا بھی اب Alteration چاہتی ہے۔ عالم فطرت کے ساتھ ظالمانہ روش کو روکنا بھی آسان ہوسکتا ہے۔ ڈیجیٹلائزیشن ایک ایسا پروسیس ہے، جو انسانوں کو وہ ساری انفارمیشن باآسانی فراہم کرادینا چاہتا ہے کہ وہ اس سرمایہ دارانہ نظام کے لئے کوئی انجیکشن، کوئی نٹ بولٹ یعنی ایک کارآمد پرزہ بن جائے، لہٰذا اس کا استعمال ہمیں غیر معمولی باریک بینی (Vigilantly) کے ساتھ کرنا ہوگا۔

سید محمد عادل فریدی

## ۹۰/دنوں کی بندش کے بعد مکہ کی ۱۵۶۰/مساجد کھلیں

سعودی عرب کی حکومت نے کرونا وائرس کے خطرے کے پیش نظر مکہ معظّمہ کی بند کی گئی تمام مساجد کو اتوار کی نماز فجر سے احتیاطی تدابیر کے تحت کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق سعودی عرب کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ مکہ معظّمہ کی 1560 مساجد کو اتوار سے تمام نمازوں کے لیے کھول دیا جائے گا۔ وزارت مذہبی امور کی طرف سے جاری کردہ بیان کے مطابق مکہ معظّمہ کی مساجد میں با جماعت نماز کی اجازت دیے جانے کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی سختی سے تاکید گئی ہے۔ مساجد میں آنے والے شہری مسجد میں کسی ایک جگہ ہی نماز ادا کریں گے۔ تمام نمازی گھر سے اپنی جائے نماز ساتھ لائیں گے۔ دوصفوں کے درمیان ایک صف کا فاصلہ اور نمازیوں کے درمیان سماجی دوری کو یقینی بنایا جائے گا۔ مساجد میں نمازیوں کی آمد سے قبل ان کی صفائی اور دیگر انتظامات کے لیے مساجد کی انتظامیہ کے علاوہ رضا کار بھی معاونت کریں گے۔ نمازیوں کو کرونا وائرس کے خطرے کے پیش نظر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے لیے وزارت صحت اور وزارت مذہبی امور کے حکام مل کر کام کریں گے۔ خیال رہے کہ سعودی عرب کی وزارت مذہبی امور نے ۸/شوال سے مکہ معظّمہ کے سوا مملکت کے دیگر شہروں میں مساجد کو احتیاطی تدابیر کے تحت عبادت کے لیے کھولنے کا فیصلہ کیا تھا تاہم مکہ معظّمہ کی مساجد میں ۲۹/شوال بہ روز اتوار سے تمام مساجد کو کھولا جا رہا ہے۔ (بحوالہ العربیہ ڈاٹ نیٹ)

## امریکی عدالتِ عظمیٰ کے فیصلہ پر ٹرمپ چراغ پا

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ ملک کی عدالتِ عظمیٰ کے ''خوف ناک اور سیاسی محرکات'' پر مبنی فیصلوں پر چراغ پا ہیں۔ عدالت عظمیٰ نے جمعرات کو صدر ٹرمپ کی دستاویزات نہ رکھنے والے ہزاروں تارکینِ وطن کو حاصل تحفظ ختم کرنے کی کوشش کے خلاف فیصلہ سنایا ہے۔ صدر ٹرمپ نے دو ٹویٹس میں عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کو ملک کے قدامت پرستوں کے خلاف متعصّبانہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خود کو فخریہ طور پر ری پبلکنز کہلوانے والے لوگوں کے چہرے پر شاٹ گن کا دھماکا ہیں۔

خیال رہے کہ امریکی صدر ساڑھے چھے لاکھ نوجوان تارکین وطن کو حاصل قانونی تحفظ ختم کرنا چاہتے تھے لیکن عدالتِ عظمیٰ نے ان کی اس کوشش کو مسترد کر دیا ہے۔ عدالت کا ایک ہفتے میں صدر ٹرمپ کی انتظامیہ کے خلاف یہ دوسرا فیصلہ ہے۔ عدالت عظمیٰ کے نئے فیصلے کے تحت نوجوان تارکین وطن کو امریکہ سے بے دخل نہیں کیا جا سکے گا اور وہ ملک میں کام کرنے کے مجاز ہیں۔ (بحوالہ قومی آواز)

## یورپی پارلیمنٹ ہر قسم کی نسل پرستی کی مذمت کرتی ہے

یوروپی پارلیمنٹ نے سیاہ فام امریکی شہری جارج فلائیڈ کی پولیس تحویل میں ہلاکت اور ہر طرح کی نسل پرستی کی شدید مذمت کرتے ہوئے ایک قرارداد منظور کیا۔ اس قرارداد میں نسل پرستی کے خلاف جاری مظاہروں کے دوران امریکی پولیس کی کارروائی پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ یوروپی پارلیمنٹ نے یہ بیان جمعہ کی رات میں جاری کیا۔ یوروپی پارلیمنٹ نے کہا ''پارلیمنٹ نے جمعہ کو ۴۹۳/ووٹوں کے ساتھ ایک قرارداد منظور کیا ہے، جس میں پولیس حراست میں سیاہ فام امریکی شہری جارج فلائیڈ کی ہلاکت اور دنیا میں اس طرح کے قتل کی مذمت کی گئی ہے''۔ یوروپی پارلیمنٹ نے امریکی انتظامیہ سے نسل پرستی اور عدم مساوات کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ پرامن احتجاج کرنے والوں اور صحافیوں پر پولیس کی پرتشدد کارروائیوں کی بھی پارلیمنٹ مذمت کرتی ہے۔ یوروپی پارلیمنٹ کے ممبران نے بیک آواز نسل پرستی کے خلاف مظاہروں کی حمایت کرتے ہوئے سفید فام بالادستی کی کسی بھی شکل کی متفقہ طور پر شدید مذمت کی ہے۔ (یواین آئی)

## دنیا میں چار لاکھ باسٹھ ہزار سے زیادہ افراد کورونا وائرس سے ہلاک

دنیا میں ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ افراد جان لیوا کورونا وائرس سے ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ اس سے وبا سے متاثرہ افراد کی تعداد دنیا بھر میں 87 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ امریکہ کی جان ہاپکنز یونیورسٹی کے سینٹر برائے سائنس اینڈ انجینئرنگ (سی ایس ایس ای) کے جاری کردہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق کورونا وائرس نے دنیا بھر میں 87,65368 افراد کو متاثر کیا ہے اور اس وبا سے 4,62,681 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب تک 46,27,844 افراد نے اس بیماری کو شکست دے کر شفا پالی ہے۔ (یواین آئی)

## پیٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ کا سلسلہ جاری

قومی دارالحکومت دہلی میں پٹرول کی قیمتوں میں مسلسل 14 ویں دن اضافے کے بعد ہفتے کے روز پٹرول کی قیمت 79 روپے فی لیٹر کے قریب پہنچ گئی۔ ملک کی سب سے بڑی آئل مارکیٹنگ کمپنی انڈین آئل کارپوریشن کے مطابق دہلی میں پٹرول کی قیمت 51 پیسے اضافے کے ساتھ 78.88 روپے فی لیٹر ہو گئی جو 3 نومبر 2018 کے بعد کی بلند ترین سطح ہے۔ ڈیزل کی قیمت میں 61 پیسے اضافے کے ساتھ یہ ریکارڈ 77.67 روپے فی لیٹر پر فروخت ہو رہا ہے۔

7 جون سے ملک میں پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان 14 دنوں میں پٹرول 7.62 روپے یعنی 10.63 فیصد اور ڈیزل 8.28 روپے یعنی 11.93 فیصد مہنگا ہو چکا ہے۔

کولکتہ اور ممبئی میں پٹرول کی قیمتیں 49-99 پیسے اضافے کے بعد بالترتیب 80.62 روپے اور 85.70 روپے فی لیٹر ہو گئیں۔ چنئی میں اس کی قیمت 45 پیسے اضافے سے 82.27 روپے فی لیٹر ہو گئی۔

ڈیزل 54 پیسے اضافے سے 73.07 روپے کلکتہ میں، ممبئی میں 58 پیسے اضافے سے 76.11 روپے اور چنئی میں 52 پیسے اضافے سے 75.29 روپے فی لیٹر پر ہو چکا ہے۔ (یواین آئی)

## ریلوے کی مال ڈھلائی پٹری پر واپس آئی

لاک ڈاؤن کے کھلنے کے ساتھ ہی، ریلوے کے مال برداری میں بھی تیزی آرہی ہے اور توقع ہے کہ یہ تعداد اگلے مہینے گزشتہ سال کی سطح تک پہنچ جائے گی۔ ریلوے بورڈ کے چیئرمین ونود کمار یادو نے آج صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اپریل میں بڑی گراوٹ کے بعد، مال بردار گزشتہ سال کے مقابلہ میں نوے فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ توقع ہے کہ اگلے مہینے پچھلے سال کی سطح تک پہنچ جائے گی۔ (یواین آئی)

## ۸/ریاستوں میں راجیہ سبھا کی ۱۹/نشستوں کے لیے ہوئے انتخابات کے نتائج جاری

ملک کی ۸/ریاستوں سے راجیہ سبھا کی ۱۹/نشستوں پر جمعہ کو ووٹنگ ہوئی، سبھی سیٹوں کے نتائج آچکے ہیں۔ بی جے پی اور کانگریس کے درمیان دلچسپ مقابلہ رہا، بی جے پی کو گجرات میں تین، مدھیہ پردیش میں دو اور راجستھان میں ایک سیٹ پر جیت حاصل کی ہے، وہیں کانگریس کو راجستھان میں دو، مدھیہ پردیش اور گجرات میں ایک ایک سیٹ سے اکتفا کرنا پڑا۔ دگ وجے سنگھ، جیوتی رادتیہ سندھیا اور شیبو سورین جیسے تجربہ کار لیڈر آسانی سے منتخب ہو گئے۔ وہیں آندھرا پردیش میں برسر اقتدار وائی ایس آر کانگریس کا دبدبہ رہا۔ وائی ایس آر نے آندھرا پردیش کی سبھی چار سیٹوں پر جیت حاصل کی۔ جھارکھنڈ میں جھارکھنڈ مکتی مورچہ (جے ایم ایم) اور بی جے پی نے ایک ایک سیٹ جیتی، جبکہ میگھالیہ اور میزورم میں برسر اقتدار اتحاد کے امیدواروں نے جیت حاصل کی۔

**مدھیہ پردیش** میں بی جے پی کی طرف سے جیوتی رادتیہ سندھیا اور سمیر سنگھ سولنکی اور کانگریس کی طرف سے دگ وجے سنگھ نے جیت حاصل کی ہے۔ **راجستھان** میں کانگریس کے کے سی وینو گوپال اور نیرج ڈانگی، جبکہ بی جے پی کے راجیندر رگھلوت نے جیت درج کی۔

**گجرات** میں بی جے پی امیدوار ابھے بھاردواج، رملا بین بارا اور نرہری امین نے جیت حاصل کی۔ جبکہ کانگریس کے ایک امیدوار شکتی سنگھ گوہل بھی راجیہ سبھا رکن منتخب ہو گئے ہیں۔

**جھارکھنڈ** میں جھارکھنڈ مکتی مورچہ (جے ایم ایم) کے سربراہ شیبو سورین اور بی جے پی کے ریاستی صدر دیپک پرکاش نے جیت درج کی۔

**آندھرا پردیش** میں ریاست کی برسر اقتدار وائی ایس آر کانگریس نے امید کے مطابق راجیہ سبھا کی چاروں سیٹوں پر جیت حاصل کر لی۔ وائی ایس آر سے نائب وزیر اعلیٰ پلی سبھاش چندر بوس، وزیر موپی دیوی وینکٹر من، صنعت کار پرمل ناتھوانی اور ریئل اسٹیٹ کاروباری ایودھیا راما ریڈی فاتح رہے۔

**منی پور** میں راجیہ سبھا کی واحد سیٹ پر بی جے پی کے امیدوار لسیمبا سانا جاوبا نے جیت حاصل کی۔

**میگھالیہ** میں راجیہ سبھا کی واحد سیٹ پر برسر اقتدار میگھالیہ ڈیموکریٹک الائنس (ایم ڈی اے) کے امیدوار ڈبلیو اور کھارلکھی نے جیت درج کی۔

**میزورم** کی ایک راجیہ سبھا سیٹ کے لئے ووٹنگ میں ایم این ایف کے امیدوار پو کے ونلالوینا کو جیت حاصل کی ہے۔

**بقیہ مودی حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی** ......... یہاں تک کہ پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے والی اندرا گاندھی نے بھی جنگ سے پہلے اور جنگ کے بعد ہمیشہ یہی کہا کہ ایک کمزور پاکستان علاقہ میں امن اور استحکام کے لئے خطرہ ہوگا، اس لئے ایک مضبوط خوش حال پاکستان ہندستان کے مفاد میں ہے۔ اٹل جی کہا کرتے تھے کہ ہم دوست بدل سکتے ہیں لیکن پڑوسی نہیں۔ خود نریندر مودی نے بھی وزیر اعظم بننے کے بعد پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا، لیکن پاکستان کی ناعاقبت اندیشانہ حرکتوں اور مودی حکومت کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں کی وجہ سے معاملات بگڑتے چلے گئے، ادھر ہندستان میں بھی سیاسی فائدہ کے لئے پاکستان کو نشانہ پر رکھنا مودی جی کو سود مند دکھائی دیا اور آج حالت یہ ہے کہ اگر دوسری پارٹی کی بھی حکومت آئے تو بھی پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا اس کے لئے پریشانیوں کا ہی نہیں سیاسی گھاٹے کا سودا ہو سکتا ہے۔

بنگلہ دیش اور افغانستان ہندستان کے قابل اعتماد دوست رہے ہیں، لیکن شہری ترمیمی قانون بنا کے ان دونوں ملکوں کے اندرونی معاملوں میں جو مداخلت کی گئی، اس سے یہ دونوں برافروختہ ہو گئے، یہاں تک کہ بنگلہ دیش کے دو وزیروں نے ہندستان کا دورہ منسوخ کر دیا تھا اور وزیر اعظم نریندر مودی کے حلاف وہاں کے عوام نے احتجاج کرنے اور انھیں ڈھاکہ ہوائی اڈہ سے باہر بھی نکلنے نہ دینے کی دھمکی دی تھی جس کے بعد وزیر اعظم مودی کو بنگلہ دیش کا دورہ رد کرنا پڑا تھا۔

خلیجی ملکوں سے بھی ہندستان کے دیرینہ تعلقات رہے ہیں۔ گجرات فساد میں نریندر مودی کے کردار کو جانتے ہوئے بھی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں انکی پذیرائی ہوئی اور ان کو اعلی ترین شہری ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ لیکن شہری ترمیمی قانون اور این آر سی تیار کرنے اور دہلی فساد میں پولیس کی یکطرفہ کارروائی کے ساتھ ساتھ وہاں موجود سنگھیوں نے ایسے ایسے بیانات ٹویٹر اور فیس بک پر ڈالے کہ وہاں کی حکومتوں نے ان لوگوں کی وجہ سے حکومت ہند سے ناراضگی کا اظہار کیا، جس کی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات میں اب وہ گرم جوشی نہیں رہ گئی جو ابھی ایک سال پہلے تک پائی جاتی تھی۔

ضرورت ہے کہ حکومت اب بھی ہوش کے ناخن لے، اپنا فرقہ وارانہ ایجنڈا تبدیل کرے۔ ورنہ یہ ملک عالمی برادری میں نکو بن جائے گا، جس کی معاشی، سیاسی اور اسٹریٹجک قیمت بہت زیادہ ہوگی۔ سنگھیوں کا اقتدار کا نشہ اور ان کی رعونت ملک کو بہت بھاری پڑ رہی ہے۔

طب وسائنس

# آم کے طبی فائدے

آم کوپھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

مہر خبر رساں ایجنسی نے غیر ملکی ذرائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

**آم کے بہترین فوائد**: پختہ آم مولد خون ہے۔ یہ آنتوں کوقوت دیتا ہے۔آم مقوی باہ ہے۔ یہ معدہ‘ گردہ‘ مثانہ کوطاقت دیتا ہے۔قدرے دیر ہضم ہوتا ہے۔تین ماشے آم کا گودا پانی کے ساتھ دینے سے پیچش بند ہوجاتے ہیں۔آم کا مربہ پھیپھڑوں‘ دل اور مثانے کوطاقت دیتا ہے۔

بعض اطباء کے نزدیک اگر آم کے پھولوں کو جب وہ نئے نئے نکلے ہوں تو ہاتھ میں رگڑ کر پھینک دیں اور بچھو کی کاٹی ہوئی جگہ پر صرف ہاتھ پھیرنے) تین دفعہ (سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ ہاتھ میں آم کے تازہ پھولوں کا اثر ایک سال تک رہتا ہے۔آم کو چوس کر کھانا بہتر ہوتا ہے۔آموں کو برف یا ٹھنڈے پانی میں تھوڑی دیر رکھ کر کھانا چاہیے اور کھانے سے پہلے اچھی طرح سے دھولینا چاہیے تاکہ آم کی گوند اچھی طرح سے صاف ہوجائے۔ ورنہ وہ گلے میں خراش کا سبب بنتی ہے۔آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی ضرور پینی چاہیے۔آم اعضائے رئیسہ کوقوت دیتا ہے۔اس کے کھانے سے جسم موٹا ہوتا ہے۔بے خوابی کی شکایت دور کرنے کیلئے ایک آم کا کھانا اور بعدازاں ٹھنڈا دودھ پینا بے حد مفید ہوتا ہے۔آم پیشاب آور ہے۔اگر آم کھانے کے بعد تھوڑے سے جامن کھالیے جائیں تو اس کی گرمی زائل ہوجاتی ہے۔میٹھے اور تازہ آم کا تھوڑا سا گودا اگر حاملہ کو روزانہ کھلایا جائے تو ایسا کرنے سے بچہ تندرست اور صحت مند پیدا ہوتا ہے۔

**جلد بوڑھا ہونے سے بچاتا ہے**: طبی ماہرین کے مطابق آم وٹامن ای سے بھرپور ہے جس کے استعمال سے انسان صحت مند اور شاداب رہتا ہے جب کہ یہ وٹامن جلد کوتروتازگی فراہم کرتے ہیں اور چہرے پر دانوں اور کیل مہاسوں سے بچاتے ہیں۔آم میں شامل وٹامن سی خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرتا ہے جب کہ اس میں موجود وٹامن اے بینائی کو کمزور ہونے سے بچاتا ہے اور اس کے علاوہ یہ پھل سورج کی تیز شعاعوں سے بھی آنکھوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

**دمے سے محفوظ رکھتا ہے**: ماہرین کے مطابق آم میں موجود اجزا انسانی جسم کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوتے ہیں اور جو لوگ آم کا زیادہ استعمال کرتے ہیں ان کے دمے کے مرض میں مبتلا ہونے کے امکانات کم سے کم ہوجاتے ہیں۔

**کینسر سے بچاؤ میں معاون**: طبی ماہرین کے مطابق آم میں شامل اینٹی آکسیڈنٹ آنتوں اور خون کے کینسر کے خطرے کو کم کرتا ہے جب کہ گلے کے غدود کے کینسر کے خلاف بھی یہ مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہرین کے مطابق کولون یا بڑی آنت کے سرطان کے خلاف آم ایک اہم مدافعانہ ہتھیار ثابت ہوا ہے اور آم کھانے کے شوقین لوگوں میں اس سرطان کی شرح نمایاں طور پر کم دیکھی گئی ہے۔

**ہڈیوں کی صحت کیلیے مفید**: ماہرین کا کہنا ہے کہ آم کا استعمال ہڈیوں کی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے اس میں موجود کیلشیم ہڈیوں کو مضبوط رکھتا ہے اور آم کھانے کے شوقین افراد میں وقت سے پہلے ہڈیوں کی کمزوری کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔

**ذیابطیس میں بھی کار آمد**: تحقیق کے مطابق آم میں موجود وٹامن اے، بی، سی اور فائبر کے علاوہ 20 دیگر اجزا پائے جاتے ہیں جو خون کی گردش میں شکر کے جذب ہونے کے عمل کو کم کرتے ہیں۔امریکی ماہرین کے مطابق آم میں موجود قدرتی مٹھاس کی مناسب مقدار شوگر کے مریضوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی۔

**نظام ہاضمہ کیلیے ضروری**: آم میں موجود ریشے جنہیں فائبر بھی کہا جاتا ہے آنتوں کی صفائی کرتے ہیں اور نظام ہضم کو درست رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

**دل کی صحت کیلیے مفید**: ماہرین کا کہنا ہے کہ دل کے امراض میں مبتلا افراد کے لیے آم ایک بہترین پھل ہے اس میں موجود پوٹاشیم، فائبر اور وٹامن دل کی صحت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں جب کہ اس میں موجود بڑی تعداد میں پوٹاشیم بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

**انفیکشن کے خلاف مؤثر دوا**: ماہرین صحت کے مطابق تمام بیکٹیریا کا حملہ اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ جسم کی خارجی تہہ بنانے والی بافتیں کمزور ہوجاتی ہیں تاہم آم کے موسم میں اس کا آزادانہ استعمال بافتوں کی اس کمزوری کو دور کرتا ہے چنانچہ بیکٹیریا کا جسم میں داخلہ ممکن نہیں رہتا اس کیفیت کے بعد پے در پے انفیکشن مثلاً نزلہ‘ زکام اور ناک کی سوزش رونما نہیں ہوئی۔اس تحفظ کی وجہ آم میں پائی جانے والی وٹامن اے کی وافر مقدار ہے۔

**آم کے دیگر فوائد**: آم بینائی کوقوت دیتا ہے۔دودھ پلانے والی خواتین کو آم کھلانے سے ان کے دودھ میں اضافہ ہوتا ہے۔آم کے پتوں کی چائے پینے سے نزلہ‘ زکام‘ کمزوری دماغ اور ہچکی دور ہوجاتی ہے۔لو لگنے کی صورت میں کچے آم کو آگ میں بھون کر گڑ کے شربت میں اس کا رس ملا کر پلانے سے فوری آرام ہوجاتا ہے۔آم کے پتے خشک کرکے باریک پیس لیں۔چند روز کے استعمال سے بال سیاہ ہوجائیں گے۔مقدار ایک چمچہ چائے والا سفوف صبح وشام ہمراہ پانی سے۔جسم کی خشکی‘ بے رونقی‘ زردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے روزانہ ایک آم کھانا اور بعدازاں ایک گلاس لسی استعمال کرنا بے حد مفید ہے۔مثانے کی پتھری دور کرنے کیلئے صبح نہار منہ کچے آم دو تین تولے روزانہ کھلانے سے فائدہ ہوتا ہے۔آم کی گٹھلیاں دو عدد اور تین دانہ سیاہ مرچ کو رگڑ کر سانپ کاٹے والے کو پلانے سے مار گزیدہ کو سردی محسوس ہوگی اور زہر دور ہوجائے گا۔آم کا تازہ رس پانچ تولہ‘ میٹھا دہی ایک پاؤ اور ادرک کا رس چائے والا ایک چمچہ تمام کو ملا کر پینے سے زرد چہرہ‘ کمزور اور مشکل سے سانس نکلنا کی بیماریوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

هفتۂ رفتہ — راشد العزیری ندوی

## غیر ملکی تبلیغیوں کو جلد ان کے اپنے ملک بھیجا جائے: مدراس ہائی کورٹ

مدراس ہائی کورٹ نے حکم دیا ہے کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ ۱۳۱رغیر ملکیوں کے خلاف فائر ایکٹ کے تحت قائم مقدمہ ختم کرکے انہیں جلد از جلد ان کے ملک روانہ کیا جائے، کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی بہت زیادہ پریشانی برداشت کرچکے ہیں، واپس اپنے ملک جانا ان کا حق ہے۔کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ آئین ہند کے آرٹیکل ۲۱رکے تحت ان کو مزید قید کرنا انسانی حقوق اور انہیں حاصل آزادی کی خلاف ورزی ہے۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں مزید کہا کہ میڈیکل ایمرجنسی میں کسی کو اس طرح جیل میں نہیں رکھا جاسکتا، لہذا انہیں جلد از جلد ان کے ممالک واپس بھیج دینا چاہئے۔

## مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی والدہ کا انتقال۔امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

امارت شرعیہ کے نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی والدہ ماجدہ مورخہ ۱۵رجون ۲۰۲۰ء کی دوپہر اچانک عارضۂ قلب میں مبتلا ہوکر رب کائنات سے جاملیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ ایک خدا رسیدہ اور متبع سنت خاتون تھیں، علماء ومشائخ اور اکابر امارت شرعیہ سے بڑی عقیدت رکھتی تھیں، ضیافت ومہمان نوازی خاندانی ورثہ میں پائی تھی، ادھر چند ماہ قبل ایک ایکسیڈنٹ سے بھی دوچار ہوئی تھیں، لیکن صحتیاب ہوگئی تھیں، اچانک قلبی دورہ پڑا، آناً فاناً دربھنگہ کے آر بی میموریل اسپتال میں ایڈمٹ کرایا گیا، مگر وقت موعود آپہونچا تھا، اس لیے علاج سے افاقہ نہ ہوا اور ۱۵رجون کی دوپہر ڈھائی بجے کے قریب جان جاں آفریں کے سپرد کردیا۔ بلاشبہ ماں کا سایۂ شفقت رحمت خداوندی ہے، مگر قضا وقدر کے فیصلے پر راضی ہونا بھی ایمان کی علامت ہے، اس سانحہ پر امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے دلی صدمہ کا اظہار کیا اور مرحومہ کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے بھی گہرے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مفتی صاحب میرے عزیز رفیق کار ہیں، اس لیے اس حادثہ کا کرب میں بھی شدت سے محسوس کر رہا ہوں، والدین کا سایہ اللہ کی بڑی نعمت ہے، مفتی صاحب کے سر سے والدہ کا سایہ اٹھ گیا، یہ یقیناً مفتی صاحب کے لیے بڑا صدمہ ہے، اللہ انہیں صبر دے۔امارت شرعیہ کے دوسرے ذمہ داران وکارکنان نے بھی دلی رنج وغم کا اظہار اور تعزیتی کلمات کہے اور مرحومہ کے لیے مغفرت و بلندی درجات کی دعا کے ساتھ پسماندگان کے لیے صبر وثبات کی دعا بھی کی۔نماز جنازہ ۱۶رجون کو بعد نماز ظہر ان کے وطن کھینسا جمال پور، ضلع دربھنگہ میں ہوئی، امارت شرعیہ کا ایک وفد مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم کی قیادت جنازے میں شریک ہوا، اس وفد میں مولانا عبد اللہ جاوید صاحب، مولانا مرغوب احسن صاحب، مولانا شعیب عالم قاسمی صاحب، مولانا مفتی شکیل احمد قاسمی صاحب وغیرہ شریک تھے۔قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

## مولانا محمد اجتبیٰ احسن قاسمی کی رحلت پر امارت شرعیہ میں اظہار تعزیت

مدرسہ عارفیہ سنگرام مدھوبنی کے موقر استاذ، صالح نوجوان عالم دین اور کامیاب معلم ومدرس مولانا محمد اجتبیٰ احسن قاسمی صاحب مختصر علالت کے بعد پندرہ جون ۲۰۲۰ء کو رحلت کرگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔مولانا قاسمی صاحب جناب ماسٹر مجتبیٰ صاحب کے فرزند ارجمند تھے اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز تربیت یافتہ علماء میں تھے، مزاج میں سنجیدگی، فکر میں وسعت اور طرز عمل میں سادگی تھی، خوش اخلاقی ان کی فطرت ثانیہ تھی، جب بھی کسی سے ملتے تو انتہائی خندہ روی اور انکسار وتواضع سے پیش آتے تھے، مسکراہٹ ہمیشہ ان کے چہرے پر رقص کرتی تھی، بلاشبہ ایسے نیک طبیعت، صالح عالم دین تھے جنہوں نے اپنے حسن سلوک واخلاق کے انمٹ نقوش چھوڑے، مرحوم پیر طریقت حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ اشرفیہ پوہدی بیلا کے چھوٹے داماد تھے۔اس صدمہ سے بلاشبہ پورا خاندان غم واندوہ میں مبتلا ہوگیا۔مولانا ایک عرصہ سے فالج سے متاثر تھے، لیکن روبصحت ہورہے تھے، دوا وعلاج جاری تھا، تدبیریں جاری تھیں، لیکن تقدیر تدبیر پر غالب رہی اور کوئی علاج کام نہ آیا، بالآخر وقت موعود پر اللہ کو پیارے ہوگئے، امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران وکارکنان نے مرحوم کے لیے مغفرت وبلندی درجات اور پسماندگان کے لیے صبر وثبات کی دعا کی۔

## حاجی محمد عاشق حسین پٹنہ کا انتقال قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست

شہر پٹنہ کی ایک ممتاز دینی وملی اور سماجی شخصیت امارت شرعیہ کے مخلص اور نامور مخیّر جناب الحاج محمد عاشق حسین پروپرائٹر بہار آفسیٹ پریس جامن گلی سبزی باغ مورخہ ۱۷رجون ۲۰۲۰ء کو روبن اسپتال میں دوران علاج انتقال کرگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی عمر ۸۵ سال کے قریب تھی، حاجی صاحب مرحوم بڑے باکمال لوگوں میں تھے، آزادی سے پہلے انجمن حمایت الاسلام کی قاعدہ بغدادی سے لے کر قرآن مجید کی طباعت تک کا کام ان کے بہار لیتھو پریس کے ذریعہ ہوتا تھا، بعد میں آفسیٹ کا زمانہ آیا تو بہار آفسیٹ کے نام سے طباعت شروع کیا، اس وقت ان کے کئی پریس چل رہے ہیں، ان میں گنگا آکاش آفسیٹ بھی ہے، ان کے لڑکوں نے طباعت کے کاموں کو ترقی دی۔حاجی صاحب مرحوم کے وصال پر امارت شرعیہ کے تمام ذمہ دار اصحاب وکارکنان نے دلی صدمے کا اظہار کیا اور دعاء مغفرت کی۔ان کے بچوں میں محمد عادل حسین، مناظر سہیل، محمد گلاب، محمد راشد حسین (منٹو) وغیرہ بڑے فعال ومتحرک ہیں اور ان سبھوں کا امارت شرعیہ سے عقیدتمندانہ تعلق ہے۔مولانا رضوان احمد ندوی امارت شرعیہ نے بتایا کہ جناب محمد راشد حسین صاحب سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، جس میں وہ امارت شرعیہ سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے رہتے ہیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے تمام بھائی بہنوں اور اہل خاندان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے اور حاجی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین، قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

# کیا دہلی کی سازش مسلمانوں نے رچی تھی؟

**معصوم مراد آبادی**

یہ سوال آپ کو کچھ دیر کے لئے پریشان ضرور کرسکتا ہے، لیکن اگر آپ گزشتہ فروری میں شمال مشرقی دہلی میں ہونے والے قتل وغارت گری کے سلسلے میں داخل کی گئی فرد جرم کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس کا جواب مل جائے گا۔اس فرد جرم کو دیکھ کر آپ کو اس نتیجے پر پہنچنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی کہ اس فساد کی پوری سازش مسلمانوں کے سر تھوپ دی گئی اور اس میں وہ تمام لوگ شامل تھے، جنھوں نے دہلی میں شہریت ترمیمی قانون کے خلاف احتجاجی دھرنے منظّم کئے تھے۔ فساد کی مختلف سنگین وارداتوں کے سلسلے میں اب تک سینکڑوں صفحات کی جو فرد جرم دہلی پولیس کی طرف سے داخل کی گئی ہے، اس میں ہرش مندر جیسے انسانی حقوق کے کارکن کو بھی ملزم بنایا گیا ہے۔غرض یہ کہ وہ تمام لوگ اس فساد میں ماخوذ کر لئے گئے ہیں، جنھوں نے سی اے اے جیسے قطعی ظالمانہ اور صریحاً مسلم مخالف قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ حالانکہ یہ بات ہر اعتبار سے ناقابل فہم ہے کہ مسلمان ایک ایسے فساد کی سازش کیوں رچیں گے جس کا سراسر نقصان خود انہی کو اٹھانا پڑا ہو۔لیکن ہم اس وقت جس نظام میں سانس لے رہے ہیں، وہاں سب کچھ ممکن ہے، کیونکہ جو اصل مجرم ہیں انھیں حاکمان وقت کا تحفظ حاصل ہے اور جو قطعی بے قصور ہیں انھیں بیڑیاں پہنا دی گئی ہیں۔

یہ بات عجیب وغریب معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے ایک ایسی سازش رچی جس کا شکار بھی وہ خود ہی ہوئے اور انھوں نے اپنی قتل وغارت گری کے سارے سامان بھی خود ہی مہیا کرکے اپنے مکانوں، دکانوں اور کاروباری اداروں کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔اس فساد میں جن ۳۵۰ لوگوں کی موت ہوئی تھی، ان میں مسلمانوں کی تعداد ۸۳ بتائی جاتی ہے جو فسادیوں کے ہاتھوں انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل ہوئے، لیکن پولیس نے ان میں سے چند ہی لوگوں کے معاملے میں تحقیقات کی ہے اور باقی لوگوں کے قتل کی ذمہ داری نامعلوم فسادیوں کے سر ڈال دی گئی ہے۔اس کے برعکس آئی بی افسر انکت شرما اور کانسٹبل رتن لال کی موت کے معاملے میں درجنوں مسلمانوں کو ماخوذ کرلیا گیا ہے۔اس فساد کا ماسٹر مائنڈ عام آدمی پارٹی کے معزول کونسلر طاہر حسین کو بنایا گیا ہے اور اس کے ساتھ جے این یو طلباء لیڈر عمر خالد اور سرکردہ سماجی کارکن خالد سیفی کو بھی اس فرد جرم میں کلیدی ملزم کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس فساد کی سازش کے تار بستی حضرت نظام الدین میں واقع تبلیغی مرکز سے بھی جوڑے گئے اور ان کمسن مسلم بچوں پر بھی شکوک شبہات ظاہر کئے گئے ہیں جو فساد سے قبل جلدی چھٹی لے کر اسکولوں سے گھر چلے جاتے تھے۔غرض یہ ایک ایسا فرد جرم ہے جس پر آپ ایک بار نہیں بار بار اپنا سر پیٹ سکتے ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ گجرات فساد کی طرز پر بی جے پی سرکار نے ملزمان کو سخت سزائیں دلانے کے لئے تشار مہتا اور امن لیکھی جیسے بی جے پی کارکنوں کو سرکاری وکیل کے طور پر میدان میں اتارا ہے تاکہ کوئی ملزم بچنے نہ پائے۔لیکن سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس فرد جرم میں پولیس نے یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ اس نے تین دنوں تک جاری رہنے والے ان فسادات کو روکنے کے لئے کیا کچھ کیا اور موقعہ واردات سے کتنے فسادیوں کو حراست میں لیا گیا۔خود وزیر داخلہ امت شاہ نے پارلیمنٹ میں بیان دیا تھا کہ ۳۰۰ لوگ قتل و غارت گری کرنے پڑوسی ریاست اتر پردیش سے یہاں آئے تھے۔ پولیس نے اپنی فرد جرم میں نہ تو ان لوگوں کا کوئی ذکر کیا ہے اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ یہ کون لوگ تھے اور ان کا تعلق کس سیاسی پارٹی سے تھا۔ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر واقعی یہ فساد منصوبہ بند تھا اور اس کے لئے باقاعدہ سازش رچی گئی تھی تو پولیس کا خفیہ محکمہ اس سازش کا قبل از وقت سراغ لگانے میں ناکام کیوں رہا؟ سلسلہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ جگہ پولیس بھی فسادیوں کے ساتھ تھی اور وہ نہ صرف انھیں پتھر اور دیگر اشیاء فراہم کر رہی تھی بلکہ بعض ایسی ویڈیو بھی منظر عام پر آئی تھیں جن میں پولیس خود بھی مسلمانوں کے گھروں پر پتھر برساتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ایک انتہائی شرمناک واقعہ کی ویڈیو نے خاصی شہرت حاصل کی تھی جس میں زخموں سے کراہتے ہوئے پانچ مسلم نوجوانوں کو اسپتال پہنچانے کی بجائے پولیس ان کی حب الوطنی کا امتحان لے رہی تھی۔ان نوجوانوں میں سے ایک نے بعد میں زخموں کی تاب نہ لاکر دم توڑ دیا تھا۔لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب قصے کہانیاں اور فرضی واقعات ہیں، جن کا پولیس نے اپنے فرد جرم میں کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اور نہ ان مجرموں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی انتہائی اشتعال انگیز بیان بازی اور تقریروں سے اس فساد کا پس منظر تیار ہوا تھا۔ظاہر ہے کہ اگر یہ حقائق ہوتے تو پولیس انھیں اپنی اس فرد جرم کا حصہ ضرور بناتی جو اس نے بڑی "غیر جانب داری" کے ساتھ تیار کی ہے۔

پولیس نے اس فساد کا سارا الزام ان مسلمانوں پر ڈال دیا ہے، جو دہلی کے مختلف مقامات پر سی اے اے مخالف احتجاجی دھرنوں میں شریک تھے۔اس فساد کی سازش کا تانا بانا دراصل ملک گیر سطح پر جاری اس تحریک سے جوڑا گیا ہے، جو سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف شروع کی گئی تھی۔ سبھی کو معلوم ہے کہ اس تحریک کا آغاز جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ہوا تھا اور اس کا محور شاہین باغ تھا۔جس وقت شاہین باغ میں ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں نہایت پرامن طریقے سے ظالمانہ اور مسلم مخالف قانون کے خلاف دھرنا دے رہی تھیں اور اس نے عالمی میڈیا اور انسانی حقوق کے اداروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی تھی تو اسی وقت حکمراں جماعت کے لوگوں نے طرح طرح سے اسے بدنام کرنا شروع کردیا تھا۔ ہمارے وزیراعظم نے اسے ایک پریوگ (تجربہ) سے تعبیر کیا تھا۔خود وزیر داخلہ نے دہلی کے الیکشن میں ای وی ایم کا بٹن اتنے زور سے دبانے کی اپیل کی تھی کہ اس کا کرنٹ شاہین باغ تک پہنچے۔ دہلی میں بی جے پی کے ممبر پارلیمنٹ پرویش ورما نے تو یہاں تک کہا تھا کہ شاہین باغ میں دھرنے پر بیٹھے ہوئے لوگ آپ کی بہن بیٹیوں کے ساتھ 'ریپ' کریں گے۔اسی ذیل میں مرکزی وزیر مملکت انوراگ ٹھاکر نے دہلی چناؤ کی ایک انتخابی ریلی میں یہ نعرے بھی لگوائے تھے کہ "دیش کے غداروں کو۔گولی مارو۔۔۔کو۔"

ان ہی اشتعال انگیز نعروں سے متاثر ہوکر فرقہ وارانہ ذہنیت کے دو جنگجو نوجوانوں نے شاہین باغ اور جامعہ کے دھرنوں کی جگہ پر باقاعدہ فائرنگ کی تھی اور ایک نوجوان نے تو یہاں تک کہا تھا کہ ''اب اس ملک میں صرف ہندوؤں کی چلے گی۔'' پولیس نے ان نوجوانوں کو گرفتار ضرور کیا تھا، لیکن انھیں جلد ہی عدالت سے ضمانت پر رہا کردیا گیا، کیونکہ پولیس نے ان کے خلاف جن دفعات کے تحت مقدمات قائم کئے تھے، ان میں انھیں ضمانت ملنا مشکل نہیں تھا۔اس کے برعکس دہلی پولیس نے جامعہ اور شاہین باغ وغیرہ کے دھرنوں میں سرگرم کردار ادا کرنے والوں کو ایسی دفعات کے تحت گرفتار کیا ہے کہ ان کی ضمانت عرضیاں بار بار خارج ہورہی ہیں۔ان لوگوں پر دہشت گردی مخالف قانون یو اے پی اے کے تحت کارروائی کی گئی ہے اور ہر ایک پر کئی کئی دفعات لگائی گئی ہیں۔ان گرفتار شدگان میں جامعہ کوآرڈی نیشن کمیٹی کی رکن صفورا زرگر بھی شامل ہے، جو پانچ ماہ کی حاملہ ہے اور اس کو انسانی بنیادوں پر رہا کرانے کی تمام کوششیں رائیگاں جارہی ہیں۔ان گرفتار شدگان میں جامعہ کے طالب علم میران حیدر، آصف اقبال تنہا، سابق طلبا لیڈر شفاء الرحمٰن وغیرہ کے علاوہ جے این یو کی دو طالبات دیوانگنا کالیتا اور نتاشا نروال بھی ہیں۔ یہ دونوں ہی طالبات جے این یو کے پنجرا توڑ گروپ کی سرگرم ممبران ہیں اور ان پر صفورا زرگر کے ساتھ مل کر جعفرآباد میٹرو اسٹیشن پر سی اے اے مخالف دھرنا منظّم کرنے کا الزام ہے۔

یہ بات ہم نے ان سطور میں پہلے بھی لکھی ہے کہ یہ ملک کا غالباً پہلا ایسا فساد تھا جس کی باقاعدہ تیاری کی گئی تھی۔کئی مہینے پہلے سے حکمراں جماعت کے لوگ دہلی اسمبلی کا الیکشن جیتنے کے لئے ماحول میں زہر گھول رہے تھے۔ان کی پوری کوشش یہی تھی کہ فرقہ وارانہ ایجنڈے پر چل کر صوبائی حکومت کے عوام دوست کاموں کو ملیا میٹ کردیں۔اسی لئے ملک کے وزیر داخلہ سے لے کر کپل مشرا تک سبھی ایک ہی زبان بول رہے تھے۔کپل مشرا نے تو باقاعدہ فساد شروع ہونے سے پہلے پولیس کو وارننگ بھی دی تھی۔جس وقت وہ پولیس کو ہڑکا رہے تھے تو علاقے کے ڈی سی پی ان کی ڈھال کے طور پر وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ یہ پہلا فساد ہے جس کے بھڑکانے والوں کے بارے میں سبھی کو معلوم ہے، یہاں تک کہ فیس بک کے بانی زکربرگ نے بھی کپل مشرا کی اشتعال انگیز تقریر کی طرف اشارہ کیا ہے۔لیکن وزیر داخلہ امت شاہ کے براہ راست کنٹرول میں کام کرنے والی دہلی پولیس کو اتنی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ کپل مشرا، انوراگ ٹھاکر، پرویش ورما سے رسمی پوچھ تاچھ بھی کرسکے۔اس کے برعکس ان تمام لوگوں کو اس فساد کا مجرم بنا دیا گیا ہے جن کا سی اے اے مخالف تحریک سے ذرا بھی واسطہ تھا۔ یہ واضح طور پر انتقامی سیاست کا ہی مظہر ہے جس میں دہلی پولیس ایک فریق کے طور پر کام کررہی ہے۔جن لوگوں نے سی اے اے کے خلاف آواز بلند کی تھی، وہ اپنے جمہوری حق کا استعمال کررہے تھے، جس کی اجازت انھیں اس ملک کے آئین نے دی ہے۔ ملک کے ہر شہری کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے، لیکن جس طرح حق کی آواز بلند کرنے والوں کو سزا دی جارہی ہے، اسے دیکھ کر تو یہی لگتا ہے کہ اب اس ملک میں جمہوریت آخری سانسیں گن رہی ہے۔


## اعلان مفقود الخبری

**معاملہ نمبر ۶۹/۱۲۵۴/۱۴۴۱ھ**

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ)

**فرزانہ عرف سبحانہ بنت خورشید کیرآف حسیب ولد مقبول مرحوم مقام جھوا نمبر ۴، ڈاکخانہ پٹکنیہ ضلع ارریہ۔فریق اول**

**بنام**

**سبحانی ولد اکرام مرحوم مقام مہسا کول نمبر ۸ ڈاکخانہ بانس باری ضلع ارریہ۔فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ میں عرصہ سات سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۳۰/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲/جولائی ۲۰۲۰ء روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔ قاضی شریعت۔



## ضروری اطلاع

امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے دینی تعلیمی ادارے ''المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء'' دارالعلوم الاسلامیہ' اور مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے شعبۂ تربیت میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ اپنی درخواستیں ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر بذریعہ ڈاک، دستی یا ای میل بھیج سکتے ہیں، المعہد العالی میں داخلہ کے لئے ضروری ہے کہ امیدوار ملک کے کسی مستند تعلیمی ادارے سے عالمیت وفضیلت کی تعلیم مکمل کرچکا ہو، ہر امیدوار درخواست بدست خود لکھے، نام، ولدیت، مکمل پتہ اور موبائل نمبر کے ساتھ جس ادارہ سے فراغت ہوئی ہے اور جس سنہ میں فراغت ہوئی ہے تحریر کرے۔ضابطہ کے مطابق حالات کے معمول پر آنے کے بعد امیدواروں کو داخلہ امتحان کی تاریخ سے مطلع کیا جائے گا۔

بذریعہ ڈاک درخواست بھیجنے کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، بہار پن کوڈ: 801505

**E-mail:nazimimaratshariah@gmail.com,**

**Whatsapp No.9608450524**

ملی سرگرمیاں

# امارت شرعیہ سرمایہ ملت کی نگہباں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

لاک ڈاؤن سے اب تک امارت شرعیہ نے مختلف جہتوں سے ملک وملت کی دینی ،فکری ،سماجی وقانونی رہنمائی اور ضرورت مندوں کی امداد رسانی کی جو گراں قدر خدمات انجام دیں ،اس کی ایک جھلک گذشتہ شمارہ میں آچکی ہے،اس شمارے میں اختصار کے ساتھ امارت شرعیہ کی ایک ایسی خدمت کا تذکرہ کیا جارہا ہے ،جس کی برکت سے اللہ نے بہار کی بہت سی آبادیوں کو فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں جلنے سے بچایا ،سیکڑوں بے قصوروں کی گرفتاریاں رکیں ،ان کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کو لگام لگی ،ظالموں کا حوصلہ ٹوٹا ،متعصب پولیس کارندوں کی ظلم وبربریت بند ہوئی اور نہایت ہی بے چارگی اور کسمپرسی کے عالم میں ملی بھائیوں کو ایسا سہارا ملا ؛جس سے نہ صرف ان کے اندر حالات سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہوئی بلکہ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر امارت شرعیہ جیسی ملی تنظیم اور موجودہ امیر شریعت جیسی باوزن شخصیت کا سایہ ان کے سروں پر ہے تو اللہ کا کرم ہے کہ وہ بے سہارا نہیں ہیں۔

آپ سب کے علم میں ہے کہ اس وقت ملک میں ایک خاص طبقہ کی طرف سے فرقہ واریت کی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنانے اور انسانیت کو نفرت کی آگ میں جلانے کی مسلسل کوششیں جاری ہیں ،مرکز کی برسر اقتدار حکومت جس قوت کے ساتھ فرقہ پرستی اور نفرت انگیزی کو بڑھاوا دے رہی ہے وہ بھی دن کی طرح روشن ہے ،خاص طور پر لاک ڈاؤن کے درمیان مرکز نظام الدین کو نشانہ بنا کر ملک کے مسلمانوں کو کورونا وائرس سے جس طرح جوڑا گیا اس نے ہر آبادی کے اندر مسلمانوں کے خلاف نفرت وشر انگیزی کا نہایت ہی خطرناک ماحول پیدا کردیا ،دوسری طرف لاک ڈاؤن کے درمیان پولیس انتظامیہ کو جو وسیع اختیارات دئے گئے اس کے نتیجہ میں بہت سے متعصب پولیس کارندوں نے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے مسلم آبادیوں کو اپنی ظلم وبربریت کا نشانہ بنایا ،چنانچہ لاک ڈاؤن کے اس مرحلہ میں یوں تو جگہ بہ جگہ حالات کو بگاڑنے کی کوشش ہوئی ،لیکن بہت سی جگہوں پر ہندو مسلم سماج کی آپسی سمجھداری کی وجہ سے حالات ٹل گئے ؛لیکن اچھی خاصی جگہیں ایسی بھی رہیں جہاں شر پسندوں نے حالات کو بگاڑ کر ہی دم لیا ،ایسے موقع پر ملت کے جرأت مند وبابصیرت قائد امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی خصوصی رہنمائی اور امارت شرعیہ کے موجودہ متحرک وفعال قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی چوکسی ،بیدار مغزی اور بروقت کارروائی سے جس طرح حالات قابو میں آئے اور جس انداز میں ملت کو سہارا دیا گیا اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

۳۱؍مارچ ۲۰۲۰ کی تاریخ ہے ،مدھوبنی ضلع میں واقع ’’گیدر گنج‘‘ گاؤں کے مغربی محلّہ کی جامع مسجد میں چند لوگ مغرب کی نماز ادا کررہے ہیں ،پولیس جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہوگئی اور نمازیوں کو مارنا شروع کردیا ،گاؤں میں ہنگامہ ہوا ،پولیس نے فائرنگ کی ،پھر اس کے بعد اس معاملہ کو ہندو مسلم فساد کا رنگ دیا جانے لگا ،پولیس کی یکطرفہ کارروائی شروع ہوئی اور بڑی تعداد میں مسلمانوں کا نام قصورواروں کی لسٹ میں ڈال دیا گیا ،پولیس اہلکاروں کے خوف اور اکثریتی طبقہ کے ڈر سے لوگوں نے اپنے گھروں میں سونا تک چھوڑ دیا اس نازک موقع پر محترم قائم مقام ناظم صاحب نے بروقت محترم وزیر اعلیٰ بہار سے رابطہ کیا ،انتظامیہ کے بڑے افسران حرکت میں آئے ،حالات کو قابو میں کیا ،لوگوں کی گرفتاریاں رکیں ،اللہ نے ایک بڑی مصیبت سے آبادی کو بچایا اور آبادی کے لوگوں نے راحت کی سانس لی ۔

۸؍اپریل کو شہر نوادہ کے محلّہ کماپور کے باشندہ خورشید مصطفیٰ کا کورونا جانچ ہوا رپورٹ پازیٹو آیا ،اس بنیاد پر شہر نوادہ خاص طور پر بندیل کھنڈ نوادہ کے شرپسندوں کو شرانگیزی کا مناسب موقع مل گیا ،دیکھتے ہی دیکھتے زبردست کشیدگی کا ماحول پیدا کردیا گیا ،امارت شرعیہ نے نوادہ ڈی ایم سے رابطہ کرکے حالات کو قابو میں کرنے اور مطالبہ کے مطابق دوبارہ جانچ کرانے کا دباؤ بنایا ،دوسری مرتبہ کے جانچ میں رپورٹ نیگیٹو آئی اور اس طرح امارت شرعیہ کی کوشش سے شرپسندی کے بڑے طوفان کا خاتمہ ہوا۔۲۷؍اپریل کو ضلع نوادہ کے بھٹہ گاؤں میں مسجد کے امام صاحب صبح کو تفریح کے لیے نکلے تو شرپسندوں نے کورونا والا مسلمان کہہ کر ان پر حملہ کرنے کی کوشش کی وہ بھاگ کر محلّہ میں آئے ،کشیدگی بڑھ گئی پولیس پہونچی تو اس نے یکطرفہ کارروائی شروع کردی امارت شرعیہ کو اطلاع ملی تو بروقت کارروائی کی گئی جس کے نتیجہ میں کشیدگی ختم ہوئی اور پولیس کی ظالمانہ کارروائی سے مسلمانوں کو نجات ملی۔

۳۰؍اپریل کو رات کے ۹؍بجے اطلاع ملی کہ ضلع نالندہ کے انڈھوس گاؤں میں جہاں صرف پانچ گھر مسلمان آباد ہیں ان کو شرپسندوں نے گھیر لیا ہے ،مسلمان کورونا والا ہے ان کو مارو ہر طرف سے یہی لفظ بولا جارہا ہے ،پولیس کے لوگ تماشائی بنے ہوئے ہیں ان چند گھر مسلمانوں کو بچایا جائے چنانچہ بلا تاخیر کارروائی ہوئی دو گھنٹے کے اندر معاملہ کو حل کرایا گیا اور بڑے افسران کی فوری مداخلت سے حالات قابو میں آئے ۔۲۶؍مئی کو ضلع شیخ پورہ کے نوادہ گاؤں سے اطلاع ملی کہ مسلسل ۱۵؍دنوں سے غیر مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد رات کو ہمارے گاؤں کے آس پاس چکر لگاتی ہے اور گلیوں میں گھوم گھوم کر کورونا والا مسلمان کہہ کر پکارا جاتا ہے اور گالیاں دی جاتی ہیں ،مقامی تھانہ مہوس میں شکایت درج کرائی گئی لیکن پولیس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہورہی ہے ۲۵؍مئی کی رات کو ۲۰؍۲۵؍شرپسندوں نے ہتھیار سے لیس ہوکر آبادی پر حملہ بھی کیا جس میں کئی افراد زخمی بھی ہوئے ،ہم مسلمانوں کی فریاد کوئی سننے کو تیار نہیں ہے ،محترم قائم مقام ناظم صاحب نے اسی وقت صوبائی اور ضلعی ذمہ داروں سے رابطہ کیا جس کی برکت سے آبادی کے مسلمانوں کو حفاظت ملی ،جس تھانہ کی پولیس بات سننے کو تیار نہیں تھی وہ اب رات میں ڈیوٹی دیتی ہے ،جن شرپسندوں نے ۲۵؍مئی کو حملہ کیا تھا ان میں سے ۶؍کی شناخت کرکے ان کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ۔۲؍جون کو ضلع مشرقی چمپارن کے مہسی بلاک میں واقع بہادر پور گاؤں کے ایک نوجوان محمد عزرائیل ولد قمرالدین کو کچھ شرپسندوں نے راستہ سے اٹھالیا اور نہایت ہی بے دردی کے ساتھ اس کو مارا پیٹا ،اس کو قتل کرنے کے لیے گلے پر چھری بھی چلائی جس سے چمڑے کا حصہ بھی کٹ گیا ،نہایت نازک حالت میں اس کو سمے ہاسپٹل شگونہ موڑ داناپور پٹنہ میں داخل کیا گیا ،امارت شرعیہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو حضرت امیر شریعت کی خصوصی ہدایت پر محترم قائم قائم ناظم صاحب نے ڈی جے پی سے ملاقات کرکے حالات پر سخت اعتراض جتایا اور مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ،جس کی نوٹس لی گئی ،کارروائی جاری ہے ،دوسری طرف امارت شرعیہ کے وفد نے سمے ہاسپٹل پہونچ کر مریض اور اس کے اہل خانہ سے ملاقات کی ان کو دلاسہ دیا اور ضرورت کے مطابق ان کو تعاون بھی دیا۔

ضلع نوادہ کے پساڑی گاؤں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی کل ۵۰؍گھر ہے جب کہ غیر مسلموں کی آبادی ۳۰۰؍گھروں سے زائد ہے یہاں ببلو شرما نامی ایک شرپسند کی شرپسندی نے اچانک حالات کو بگاڑ دیا ،جھوٹ بول کر غیر مسلموں کو ورغلایا ،پتھر اور اینٹ سے گاؤں پر حملہ کردیا جس میں پانچ مسلم نوجوان زخمی ہوئے ،مکتب کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا اور مسجد کے مائک کو بھی نقصان پہونچا ،اطلاع ملتے ہی ۳؍جون کو امارت شرعیہ کے ایک وفد نے آبادی مین پہونچ کر حالات کا جائزہ لیا ،جائزہ کے بعد پوری قوت کے ساتھ کارروائی آگے بڑھائی گئی جس سے آبادی کے مسلمانوں کو راحت وعافیت کے ساتھ بڑی تقویت حاصل ہوئی ۔۶؍جون کو اطلاع ملی کہ ضلع مدھے پورہ کے کمارکھنڈ بلاک میں واقع میں لکشمی پور منگل وارہ گاؤں میں فرقہ وارانہ فساد کی شکل بن گئی ہے ،شرپسندوں کی بڑی تعداد نے مسلم آبادی کو گھیر لیا ہے ،فائرنگ کا دور شروع ہوچکا ہے ،اگر بروقت معاملہ کو کنٹرول نہیں کیا گیا تو یہ آگ علاقہ کو تباہ کردے گی ،امارت شرعیہ اس خبر کے ملتے ہی حرکت میں آگئی محترم قائم مقام ناظم صاحب نے صوبہ اور ضلع کے اعلی حکام سے رابطہ کیا ،ایک گھنٹہ پہلے تک قریبی تھانہ کی پولیس گاؤں سے باہر کھڑی تماشائی بنی ہوئی تھی ؛لیکن امارت شرعیہ کے کارروائی کے بعد ہی بڑے بڑے افسران وہاں پہونچے ،قرب وجوار کی آبادی پولیس کی چھاؤنی دکھنے لگی ،ایک خطرناک طوفان ٹلا اور حالات مکمل طور پر کنٹرول میں آگئے ۔۱۲؍جون کو واٹس ایپ گروپ میں ایک دردناک تصویر وائرل ہوئی کہ ضلع گیا ،تھانہ وزیر گنج کے گھوریاواں بھریتی گاؤں میں جہاں صرف پانچ گھر مسلمان آباد ہیں ان پر شرپسند یادو برادری کے لوگوں نے حملہ کرکے ۶؍افراد کو نہایت ہی بے دردی کے ساتھ گھائل کردیا ہے ،حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے ایک وفد نے ہاسپٹل میں پہونچ کر مریضوں کی عیادت کی ،علاج ومعالجہ میں ہاسپٹل کا جو بل آیا تھا اس کی بقیہ رقم ادا کیا اور انہیں مکمل تعاون کا یقین دلایا ،اس کے علاوہ امارت شرعیہ کی طرف سے بہار حکومت کے ذمہ داران کو اس سنگین سانحہ پر سخت نوٹس لینے کی بات کہی گئی ،جس کے نتیجے میں دو افراد گرفتار ہوچکے ہیں ،باقی مجرمین کی گرفتاری کے لیے بھی کارروائی جاری ہے۔

اس شمارہ میں اس خدمت کی صرف چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں ،ان شاء اللہ دوسرے شمارہ میں اگلی کڑیوں کا تذکرہ کیا جائے گا ،امارت شرعیہ کی ان کوششوں کو جان کر یقیناً ملی درد ومحبت رکھنے والا ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ ملت کا یہ دینی قلعہ دین وایمان کی حفاظت کا آستانہ بھی ہے اور سرمایہ ملت کی پاسبانی ونگہبانی کا عظیم مرکز بھی۔

## امارت شرعیہ سے منسلک ہوکر ملی خدمات انجام دینے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

امارت شرعیہ بہار ،اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ قوم وملت کا ایک عظیم سرمایہ اور اہم دینی ،تعلیمی ،سماجی و فلاحی قدیم ادارہ ہے ،جس کی خدمات کی روشن اور تابناک تاریخ ہے ،بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے امارت شرعیہ کے قیام کے وقت جن شعبوں پر امارت شرعیہ کی بنیاد رکھی ،ان میں دو شعبے ،دعوت وتبلیغ اور تنظیم اپنے آپ میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ،امیر شریعت اول بدر الکاملین حضرت مولانا شاہ بدر الدین قادری سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے لے کر اب تک کے تمام امراء شریعت نے ان پر خصوصی توجہ فرمائی ،امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی بھی ان دونوں شعبوں پر غیر معمولی توجہ ہے ،اس وقت حضرت دامت برکاتہم حالات اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے بہار ،اڈیشہ وجھارکھنڈ کے تمام اضلاع ،بلاک ،پنچایت اور گاؤں میں امارت شرعیہ کی مضبوط تنظیم کے قیام اور دینی ،اصلاحی ،تعلیمی ،دعوتی وفلاحی تحریک کو ہر آبادی تک پہونچانے کے سلسلہ میں مسلسل فکرمند ہیں ،اسی غرض سے حضرت والا نے بڑی تعداد میں دعاۃ اور مبلغین بحال کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ ہر علاقہ میں بروقت اسلام کی صحیح روشنی اور امارت شرعیہ کا پیغام پہنچ سکے اور تنظیم کا استحکام عمل میں آئے ،وہاں کے لوگ اسلامی تشخص اور شعار کے ساتھ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں اور ان کی مختلف فتنوں سے حفاظت ہوسکے ،چنانچہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کے مطابق امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ جو حضرات علماء وحفاظ امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ و تنظیم سے منسلک ہوکر قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینا چاہتے ہوں وہ جلد اپنی درخواست ناظم امارت شرعیہ کے نام مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں ارسال کردیں ،درخواست صاف اور اپنی تحریر میں لکھیں ،نیز اپنا مکمل پتہ اور موبائل نمبر بھی ضرور تحریر کریں ،تعلیمی اسناد کی عکسی کاپی بھی درخواست کے ساتھ منسلک کریں ،درخواست مندرجہ ذیل ای میل یا وہاٹس ایپ نمبر پر بھی ارسال کرسکتے ہیں۔

Volume:60/70,Issue:24 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

پیڑوں کے بس میں کچھ بھی نہیں صبر کے سوا
سائے تو آفتاب کی مرضی سے آئیں گے
(فیصل انجمی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

# مسلم حکمرانوں کی رواداری

## مولانا عبدالحمید راہی ملی

انگریز ہندوستان میں اپنے سامراجی حکومت کے زمانے میں اس بات کی ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت وعداوت کی دیوار کھڑی کردی جائے تاکہ ان دونوں قوموں کو آپس میں لڑا کر ہندوستان میں اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم بنایا جاسکے، اپنے اس ناپاک مقصد کو پورا کرنے کے لیے انگریز اپنے دور حکومت کے آخری دن تک سازشیں کرتے رہے، بلکہ جس وقت ہندوستان ان کی غلامی سے آزاد ہوا تو ہندوستان چھوڑ کر جاتے جاتے بھی انہوں نے خفیہ سازشوں کے ذریعے کچھ ایسے وار کئے کہ آج بھی وہ زخم تازہ ہیں اور ان سے خون بہ رہا ہے، ہندو مسلم دشمنی کا جوزہر آلود خنجر ہندوستان کی قومی یکجہتی کی پیٹھ پر گھونپا ہے، اس کی تکلیف سے ہندوستان آج بھی بے کل و بے چین ہے، اس کی وجہ سے ہندوستان کی عوام ایک دوسرے کی دشمن بنی ہوئی ہے، ان کی قومی یکجہتی اور آپسی رواداری خون میں نہا رہی ہے اور ہندوستانی قومیں مستقبل میں بھی صدیوں تک اسی طرح آپس میں لڑتی رہیں، اس کے لیے انگریزوں نے اپنے زرخرید مؤرخوں کے ذریعے ہندوستان کی صحیح تاریخ میں ردوبدل کروائی، ان مؤرخوں نے ان کے ایما پر تاریخ لکھنے میں خیانت سے کام لیا جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر تاریخ کو مرتب کیا۔ حقیقتوں کو توڑ مروڑ کر ہندوستان کی ایک ایسی جھوٹی تاریخ ترتیب دی گئی جس میں مسلم حکمرانوں کو ظالم اور ہندو دشمن بنا کر پیش کیا، اس تحریف شدہ تاریخ میں ایک اہم باب عبادت گاہوں، مندروں اور مٹھوں کا بھی ہے جس میں مؤرخین نے یہ بتایا کہ مسلم بادشاہوں نے کس طرح مندروں کو توڑا اور مٹھوں کی عمارتوں اور ہندو عبادت گاہوں کو مسمار کیا، اور ان کی جگہوں پر مساجد تعمیر کیں ہیں، جب کہ حقائق اور سچائی کچھ اور ہیں، ہندو مسلم دشمنی اور فرقہ پرستی پر مبنی یہی تحریف شدہ تاریخ انگریزوں کے دور حکومت کے سو سال تک اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی گئی، جس سے انگریزوں کا مقصد پورا ہوتا رہا، مگر افسوس کے ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد ارباب سیاست اور دانشوران ہند نے اس تحریف شدہ تاریخ کو نصاب تعلیم سے ہٹایا نہیں، بلکہ آج تک وہی انگریزوں کی تحریف شدہ تاریخ طلباء کو پڑھائی جارہی ہے۔ کئی نسلیں اس تاریخ کو پڑھ کر گمراہ ہوگئی اور ایک دوسرے سے بدگمان ہوگئیں، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کو تحریف کرنے اور توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے کام کو انجام دینے کے لیے ہندوستان ہی کے نامور مؤرخ سرجدوں ناتھ سرکار انگریزوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئے، اس کارنامے پر ان کی حیات ہی میں ان کو انگریزوں کی طرف سے اعزازات اور انعامات سے نوازا گیا اور بھاری معاوضہ بھی دیا گیا۔

نامور محقق ومؤرخ سید صباح الدین عبدالرحمٰن اپنی کتاب ''ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی رواداری'' صفحہ ۱۴۴ پر لکھتے ہیں کہ: لیکن کچھ ہندو اہل قلم اور ماہرین ایسے بھی ہیں جو اس تلخی کو دور کرکے اپنی فراخ دلی اور رواداری کا ثبوت دیتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر راجندر پرساد (سابق صدر جمہوریہ ہند) نے ۱۹۴۷ء میں ایک کتاب لکھی India Devided: جو بہت مقبول ہوئی، اس کے ابتدائی حصے میں حکمرانوں کی مذہبی سیاسی اور علمی رواداری پر تبصرہ کیا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ عملی طور پر ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ مسلمان بادشاہوں نے مندروں مٹھوں کے لیے جائیداد وقف کیں اور عبادت گذار صاحب علم وکمال پنڈتوں کو جاگیریں دیں، یہ تو بہت کچھ دکھایا جاچکا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کے کتنے مندروں اور عبادت گاہوں کو مسمار کیا لیکن اگر کوئی محقق ان کثیر التعداد اوقاف اور جاگیر کی فہرست تیار کردے جو مسلمان حکمرانوں کی طرف سے عبادت گاہوں کو دی گئیں ہیں تو یہ بڑا کام ہوگا، جنوب ہند کی تاریخ کے طلبہ کو ایسی بہت سی مثالیں دی گئیں کہ عادل شاہی، قطب شاہی، آصف شاہی بادشاہ نے برہمنوں کے لیے بہت سی جاگیریں وقف کیں، بودھ گیا مہنت کی زمینداری کی سالانہ آمدنی لاکھوں روپئے ہیں یہ زمینداری دہلی کے مغل بادشاہ محمد شاہ کا عطیہ ہے، جسے اس نے ایک شاہی فرمان کے ذریعے مہنت لال گیر کو مستی پور تاراڈیہ کا پورا علاقہ عطا کیا تھا، مہاراجہ دربھنگہ کا علاقہ ہندوستان کی سب سے بڑی زمینداری ہے، جو اکبر بادشاہ نے موجودہ مہاراجہ دربھنگہ کے مورث اعلی کو دی تھی، جو زہد و فضل میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ بادشاہ نے ہندو رعایا کی تعلیم کے لیے جاگیریں وقف کیں، ان جاگیروں کا انتظام خود ہندو ہی آزادانہ طریقہ پر کرتے تھے۔ کشمیر کا حکمراں سلطان زین العابدین امرناتھ اور شاردا دیوی کے مندروں میں گیا تو وہاں کے زائرین کے آرام و آرائش کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔ ۱۸۸۹ء میں ہری دوار نجیب آباد کے پٹھانوں کی زیر نگرانی تھا، نجیب آباد کے نواب نے ہریدوار کے جاترک کے لیے بڑے بڑے مکانات تعمیر کروائے، جو آج تک موجود ہیں اور مندروں کے قبضے میں ہیں، ۱۱۶۷ھ میں احمد شاہ بہادر غازی نے ایک سند عطا کی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے ''ضلع اکبر آباد کے قصبہ اچھنیرا کے زمینداروں اور کاشتکاروں کو معلوم ہو کہ سیتل داس بیراگی کو پدبارتھ کے طور پر شری ٹھاکر جی کو بھوگ اور نوید کے لیے کھیت کی مہمانی دی جاتی ہے تاکہ ان کی آمدنی سے ٹھاکر جی کے اخراجات پورے ہوسکیں اور پوجا ہوتا رہے، اچھنیرا کے بازار کے چوہدری کو معلوم ہو کہ وہ شری ٹھاکر جی کے لئے غلہ ادا کرے، بیراگی کو اس حق سے محروم نہ کیا جائے''۔ (تاریخ ۱۳ / رمضان ۱۱۳۹)

ایک اور سند شہاب الدین خان کی ہے جو اس نے چنچوڑ جس کے مشہور گنیش مندر کے اخراجات کے لیے عطا کی تھی، اس سند کے لیے قولنامہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، یہ قولنامہ چنچوڈ کے موریہ گوشائیں کے لیے پرگنہ پونہ کے لئے ہے، جس کے لیے خان حکمت نشان نہار خان نے اطلاع دے کر جاگیر کے قول کی درخواست کی، اس لیے یہ تحریر دی جاتی ہے، وہ اس گاؤں کے لوگوں کے ساتھ رہے اور اس کی زمین کو زرخیز اور بہتر بنائیں، اللہ تعالی کے فضل سے اس کو کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد ڈاکٹر راجندر پرشاد رقمطراز ہیں کہ الہ آباد میں جس طرح دو فرامین ہیں، ایک مشہور مندر مہیشور ناتھ کے پجاریوں کے نام ہے، جس کو اورنگزیب نے عطا کیا تھا، اورنگزیب نے جگ جیون کے لڑکے گردھر ساکن موضع بستی ضلع بنارس، ساکن مہیش پور پرگنہ حویلی۔ اور پنڈت کو بھی جاگیریں دیں، یہ سب کے سب مندروں کے پجاری تھے، اورنگ زیب نے ملتان کے مندر مالائی کے لئے مشرا چکیان داس کو سو روپیہ کا وظیفہ عطا کیا، یہ مندر اب تک موجود ہے، پرتگالی مورخ فاری سوزا نے لکھا ہے کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے سے مل جل کر رہتے ہیں، مسلمان بادشاہ ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرتے اور ان کو اعلی منصب سے سرفراز کرتے رہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کوئی تفریق نہیں کی جاتی تھی، ہندو اپنے مذہبی فرائض اور مراسم ادا کرنے میں بالکل آزاد تھے، مسلمان ہندوؤں کے مذہبی جذبات کا بڑا احترام کرتے تھے۔ سر الفرڈ لائل ایشیاٹک اسٹڈیز میں رقمطراز ہے کہ مسلمان حکمران ہندوستان کو مذہب کے مطابق لانے کے تخیل سے اتنے دور تھے کہ کبھی مسلمانوں نے اس کی بھی کوشش نہیں کی کہ ملکی نظام ونسق کے بڑے بڑے عہدے مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص رہیں، اورنگزیب نے بہت سے لائق ہندوؤں کے لیے شاہجہاں کے پاس سفارش لکھی کہ ایلچ پور کے دیوان کی جگہ خالی ہوئی ہے، اس کے لیے ایک راجپوت عہدہ دار رام کرن کی سفارش کرتا ہوں، بعض اسباب کی بناء پر شاہجہاں نے اس سفارش کو قبول نہیں کیا۔ اورنگ زیب نے پھر شاہجہاں کو لکھا کہ اس جگہ کے لیے اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا، اورنگزیب کی سفارشوں کی اور بھی مثالیں رقعات عالمگیری اور آداب عالمگیری میں موجود ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اورنگزیب نے ہندوؤں سے زبردستی اسلام قبول کرایا، لیکن ہم یہاں پر ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کرتے ہیں، جس سے اورنگ زیب کے رجحانات کا اندازہ ہوگا، شاہجہاں نے وندھیرا کے راجہ اندرامن کو عدول حکمی کی بنا پر قید کردیا، جب اورنگزیب دکن کا صوبے دار مقرر ہوا تھا تو اس نے راجہ اندرامن کی رہائی کے لیے شاہ جہاں سے سفارش کی، لیکن شاہجہاں اندرامن سے زیادہ برہم اور ناخوش تھا اس لئے اورنگزیب کی سفارش قبول نہیں کی اور شاہ جہاں نے لکھا کہ اندرامن نے بار بار تکلیف پہنچائی ہے اور وہ اس شرط پر رہا کیا جاسکتا ہے کہ اسلام قبول کرے، اس پر اورنگزیب نے سخت احتجاج کیا اور شاہ جہاں کو لکھا کہ اس شرط پر عمل نہیں کیا جاسکتا، یہ بہت ہی غیر مدبرانہ اور غیر مآل اندیشانہ فعل ہوگا۔ اس کی رہائی خود اس کے شرائط کے مطابق ہونی چاہئے، اس سلسلہ میں اس نے شاہجہاں کے وزیر اعظم کو رقعہ لکھا جو آداب جہانگیر میں موجود ہے۔ (India Devided انڈیا ڈی وائی ڈیڈ ۴۰ تا ۳۴)

یہ اقتباسات ڈاکٹر تاراچند ایم، اے، ڈی، فل، (آکسن) کی مشہور کتاب ''ہندوستانی کلچر پر اسلام کے اثرات'' سے لئے گئے ہیں، ڈاکٹر تاراچند الہ آباد یونیورسیٹی کے وائس چانسلر اور حکومت ہند کی طرف سے ایران کے سفیر رہ چکے ہیں۔

ان اقتباسات سے یہ اندازہ ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی لہر تلوار کے سایہ میں نہیں آئی، بلکہ مسلمان فاتحین کے آنے سے بہت پہلے اسلام مسلمان تاجروں اور صوفیوں کے زمانہ میں ہندوستان آچکا تھا اور اس کے بڑے حصہ میں لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھ اپنے اثرات بڑھائے اور قدم جمائے، جب دونوں قومیں ایک دوسرے سے ملتی رہیں۔

## نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)